www.KitaboSunnat.com

مقالات

لطیف اللہ

اسلام اور مشورہ

مشورہ کے لغوی معنی:

عربی زبان میں مشورہ" اور شوریٰ" کا استعمال رائے دینے کے لئے کیا جاتا ہے مشاورت (باہم رائے زنی کرنا) اور استشارۃ (رائے طلب کرنا) ایسے الفاظ ہیں جو خاص طور پر انہی مواقع پر بولے جاتے ہیں۔ ایک اور لفظ جس کا استعمال مخصوص اس بارے میں نہیں ہے بلکہ صلہ کے بدلنے سے اس کے معنی بھی بدل جاتے ہیں۔ اور وہ لفظ اشارہ کے صلہ میں "الیٰ" آتا ہے تو اس کے معنی محض کسی چیز کی طرف اشارہ کرنے کے ہوتے ہیں اور اگر "علیٰ" آتا ہے تو اس کے معنی مشورہ دینے کے ہو جاتے ہیں یہ پانچوں الفاظ اگرچہ باعتبار صیغوں اور باب کے مختلف ہیں مگر ماخذ اور موضع اشتقاق ان کا ایک ہے ان سب کی اصل شور ہے۔

مشورہ و مشاورۃ سے جو اصلی غرض ہے کہ چند مختلف ضعیف و قوی، صحیح و منتج رائے اور قول مخلصانہ و غیر مخلصانہ اقوال اور ایوان سے ایک عمدہ صحیح و منتج رائے اور قول ہو جائے اور وہ صحیح رائے ذریعہ خرابیوں اور تباہیوں سے محفوظ رہنے اور مقاصد میں کامیابی و فلاح کا بن جائے اس کا لحاظ ان الفاظ کے اشتقاق اور ترکیب میں پورا پورا ملحوظ ہے۔

شُور چھتہ میں سے شہد نکالنے کو کہتے ہیں شار یَشُورُ اس کا ماضی مضارع آتا ہے شُرْتُ الْعَسَلَ (میں نے شہد کو نکالا) مشوار اس آلہ کو کہتے ہیں جس کے ذریعے سے شہد نکالا جاتا ہے نیز مشوارہ اس موقع کو کہتے ہیں جہاں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

شہد کی مکھیاں شہد جمع کرتی ہیں۔

ظاہر ہے کہ شہد جو ایک شیریں مفید اور نافع چیز ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے شفاء للناس فرمایا ہے جو دوا اور غذا ہونے کی حیثیت سے تمام دنیا میں محبوب و مطلوب اور محتاج الیہ ہے مکھیوں کے چھتہ میں ان کے زہر آلود ڈنگوں میں گھرا ہوتا ہے اور شہد کے نکالنے والے ان تکالیف کا مقابلہ کر کے اس کو بمشکل نکالتے ہیں لفظ شور سے ہی شارہ رشورہ نکلے ہیں اور ان کے معنی حسن صورت عمدگی اور اچھی ہیئت وضع کے ہیں، حدیث میں آیا ہے اَنَّ رَجُلًا اَتَاہُ وَعَلَیْہِ شَارَۃٌ حَسَنَۃٌ (ایک شخص آپ کی خدمت میں اس حال میں حاضر ہوا کہ اس کا لباس اچھا تھا اس کی ہیبت وحالت اچھی تھی) عرب میں بولتے ہیں فُلَانٌ حَسَنُ شُوْرَۃٍ فلاں شخص اچھے لباس والا ہے۔

گھوڑوں اور جانوروں کو فروخت کے لئے خریداروں کے سامنے پیش کرتے ہیں اور خریدار اس کو آگے پیچھے سے اوپر نیچے اچھی طرح دیکھتا اور اس کے ایک ایک عضو کو ٹٹولتا ہے اس کو بھی "شور" کہتے ہیں۔ فوجی گھوڑے آزمائش اور امتحان کے لئے میدان میں جمع کئے جائیں اس کو بھی "شور" کہتے ہیں اور جس جگہ یا جس میدان میں گھوڑے وغیرہ فروخت یا آزمائش کے لئے پیش کئے جائیں اس کو "مشوار" کہتے ہیں۔

غرض شور اور اس سے جو الفاظ بنائے گئے ہیں ان میں خیر بینی، حسن اور انتخاب کے معنی ہر جگہ موجود ہیں انتخاب کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بہتر سے بہتر کو جس میں ایسے عیب نہ ہوں جن کی وجہ سے چھوڑ دینے کے قابل سمجھی جائے پسند کیا جاتا ہے۔

مشورہ۔ شوریٰ۔ استشارہ۔ مشاورہ سب الفاظ "شور" سے بنائے گئے ہیں۔

اور ان میں اصل معنی مصدر اور اس کے تمام استعمالات جس قدر ہیں ملحوظ رکھے گئے ہیں ظاہر ہے مشورہ کا نتیجہ یہی ہوتا ہے کہ اچھی بری، صحیح اور غلط کاریوں سے بہترین اور مثمر اور منتج رائے کا انتخاب کر لیا جائے اور ظاہر ہے کہ جو رائے ہر قسم کی رایوں سے منتخب کی جائے گی محبوب و مرغوب طبع حسین اور پسندیدہ ہوتی ہے اور جیسا کہ شہد تمام امراض سے شفا کا کام دیتا ہے اچھی اور نیک رائے بھی مہلکات سے نجات دینے والی منزلِ مقصود تک پہنچانے والی اور ندامت و افسوس سے محفوظ رکھنے والی ہوتی ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لفظ "اشارہ" جس کا استعمال کسی شے کے بتلانے اور رائے دینا دونوں معنی میں آتا ہے مگر لغتِ عرب کے واضع نے اس میں بھی اسی باریکی اور لطافت سے کام لیا ہے جو زبان عربی کا خاصہ ہے حروف میں سے حرف "اِلیٰ" کے معنی منزل مقصود تک پہنچا دینے یا متوجہ کر دینے یا کسی چیز کو بتلا دینے کے ہیں اور "عَلیٰ" کے معنی لازم و واجب کر دینے کے آتے ہیں عربی زبان میں اگر اَشَارَ اِلَیْہِ بولتے ہیں تو اس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ فلاں چیز کی طرف اشارہ کر دیا اس میں وجوب عمل کی طرف ایما نہیں ہوتا۔ برخلاف اَشَارَ عَلَیْہِ (اس کو مشورہ دیا) اس میں یہ معنی ضرور ملحوظ ہیں کہ جس کو مشورہ دیا گیا ہے اس کو عمل کرنا ایک حد تک ضروری اور لازم قرار دیا گیا ہے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جب قاتل ہرمزان کے بارہ میں مشورہ طلب کیا تو ارشاد فرمایا اَشِیْرُوْا عَلَیَّ فِیْ ھٰذَا الرَّجُلِ فَتَقَ فِی الْاِسْلَامِ مَا فَتَقَ (مجھے اس شخص کے بارے میں جس نے اسلام کے اندر اتنا بڑا رخنہ ڈالا مشورہ دو) الفاظ بتا رہے ہیں کہ آپؓ ایسی رائے طلب کرتے تھے جس پر عمل فرمائیں اور ظاہر ہے کہ جبکہ ایک جماعت سے کسی معاملہ میں رائے طلب کی جاتی ہے تو ہر شخص اپنی رائے کو واجب العمل سمجھ کر پیش کرتا ہے اور یہی وجہ ہوتی ہے کہ اکثر و بیشتر اس رائے پر عمل نہ کرنے سے مُشیر کو ملال یا کبیدگی ضرور ہوتی ہے۔ گو عقل و نقل کے قاعدہ سے اس کبیدگی یا ملال کے اظہار یا اس پر جمود کا کوئی حق نہیں ہے۔

مشورہ کا حکم، اس کی ضرورت، غرض و غایت، نتائج و فوائد:

مشورہ کی غرض و غایت انسان کو مہلک اور برباد کرنے والی غلطیوں سے محفوظ رکھنا، معاملات کی اصلاح اور نظامِ عالم کو ایسی ترتیب پر قائم رکھنا ہے جو مختلف القویٰ متفاوت العقول کے باہم اجتماع کے مناسب ہو جبکہ یہ بات تسلیم شدہ ہے کہ تمام افراد باعتبار عقل کے مساوی نہیں ہیں بلکہ ان کی عقول میں اس قدر تفاوت ہے کہ ایک اگر اپنی مافوق الفطرۃ عقل و تمیز ادراک و شعور کی وجہ سے ابناءِ جنس میں حیرت و استعجاب کی نظر سے دیکھا جاتا ہے تو دوسرا اس درجہ نیچے گرا ہوا ہے جس کو بمشکل حیوانات اور غیر ذوی العقول سے جدا کر سکتے ہیں۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور یہ بھی مسلم ہے کہ عقلِ انسانی باعتبارِ اصل فطرۃ کتنی ہی بلند واقع ہوئی ہو مگر اس کی ترقی دارتقاء کا آلہ حقیقی تجربہ اور ممارستہ معاملات سے ہے۔ دانش مند سے دانشمند بھی بلا تجربہ ناقص اور اس کی رائے غیر قابلِ قبول ہوتی ہے وہ اپنی عقل سے خطا وصواب کے راستے بے شک بتلاتا ہے لیکن جو باتیں تجربہ کے متعلق ہوتی ہیں وہ بغیر عالم کے تغیرات اور واقعات وحالات پر فلسفیانہ وحکیمانہ نظر ڈالے حاصل نہیں ہو سکتیں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ جب تک خود مبتلا ہو کر سرد وگرم سے واقف نہ ہو جائے ہرگز اس کی رائے صائب نہیں ہو سکتی یہی وہ مضمون ہے جس کو حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے جوامع الکلام میں ارشاد فرمایا ہے۔

لَا حَلِيمَ إِلَّا ذُو عَثْرَةٍ وَلَا حَكِيمَ إِلَّا ذُو تَجْرِبَةٍ

دانش مند وبردبار وہی ہے جس نے بہت سی ٹھوکریں کھائی ہوں اور حکیم وہی شخص ہے جس نے بہت سے تجربے کئے ہوں)۔

لفظ حکیم حِلم بکسر الحاء بمعنی دانش وعقل سے مشتق ہے آپ کا ارشاد فرمانا کہ دانش مند صرف وہی ہے جس نے تجربے کئے ہوں ٹھوکریں کھائی ہوں صاف بتلاتا ہے کہ بغیر لغزشوں کے آدمی پختہ کار نہیں ہوتا اس کے اخلاق وملکات ناقص وناتمام رہتے ہیں اور اگر حلم کو تحمل وبردباری کے معنی میں لیا جائے تب اس ارشاد میں ایک دوسرا مدعیٰ ثابت ہو گا جو اپنی اہمیت وصحت میں معنی اول کے ہم سنگ ہے اور جس سے آپ کے ارشادات کا جوامع الکلام ہونا اور بھی روشن ہو جائے گا یعنی کسی شخص میں اصل فطرۃ سے اگرچہ حلم وبردباری موجود ہو لیکن اس کو ایسے مواقع اور واقعات سے سابقہ نہیں پڑا جن سے اس کے تحمل کے عمق اور بردباری کی تہہ کا اندازہ ہو سکے ایسے شخص کو حلیم وبردبار نہ کہنا چاہئے حلیم وہی شخص ہو سکتا ہے جو کڑی سے کڑی بات پر بھی جنبش نہ کرے اور درحقیقت یہ حالت بغیر تجربہ اور ٹھوکریں کھائے حاصل نہیں ہو سکتی۔

حضرت امیر معاویہؓ حلم وعفو میں مشہور تھے آپؓ فرمایا کرتے تھے مجھے شرم آتی ہے کہ دنیا میں کوئی قصور ایسا ہو جس کو میرا حلم شامل ومحیط نہ ہو سکے لیکن ان کا یہ دعویٰ اور افتخار غالباً قابلِ التفات وتصدیق نہ ہوتا اگر ان پر بعض واقعاتِ عظیمہ نہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گذرتے جس سے ان کی کوہ وقاری کا تجربہ ہوا۔ ایک دفعہ حضرت امیر معاویہؓ اور حضرت عقیلؓ بن ابی طالب میں ناخوشی کی گفتگو ہوئی۔ حضرت عقیلؓ کبیدہ خاطر ہو کر اٹھ گئے امیر معاویہؓ نے معذرت میں خط لکھا جس کا حاصل یہ تھا کہ تم قصی بن کلاب کی شاخ عبدِ مناف کے جوہر اور مغز ہاشم کے برگزیدہ فرزند ہو مجھے پیش آمدہ معاملات کا بہت ملال ہے میں عہد کرتا ہوں کہ قبر میں دفن ہونے تک کبھی ایسی بات پیش نہ آئے گی اس کے جواب میں حضرت عقیلؓ نے یہ دو شعر لکھ کر بھیج دیئے۔

صَدَقْتَ وَقُلْتَ حَقًّا غَيْرَ اَنِّي اَرٰى اَنْ لَّا اَرَاكَ وَلَا تَرَانِي

تم نے بالکل سچ کہا مگر میں یہ عہد کر چکا ہوں کہ نہ میں تمہاری صورت دیکھوں نہ تم میری۔

وَلَسْتُ اَقُوْلُ سُوْءً فِيْ صَدِيْقِيْ وَلٰكِنِّيْ اَصُدُّ اِذَا جَفَانِيْ

میں اپنے دوست کی کوئی برائی کرنا پسند نہیں کرتا ہاں جب وہ میرے ساتھ جفا کرتا ہے تو میں اعراض کر کے بیٹھ رہتا ہوں۔

ان اشعار کو دیکھتے ہی حضرت امیر معاویہؓ ان کے پاس پہنچے اور معذرت و ملاطفت کی کہ آپ اپنے اس خیال کو چھوڑ کر اصلی حالت پر آجائیں انجام یہی ہونا تھا کہ وہ راضی ہو گئے ظاہر ہے کہ اگر امیر معاویہؓ سے یہ لغزش نہ ہوتی اور وہ دوستانہ انداز میں نہ کہ بربنائے زعمِ سلطنت ناگوار کلمہ نہ کہہ گذرتے تو آئندہ ایسے امور سے محترز رہنے کی تنبیہہ ان کو نہ ہوتی۔

آنحضرتؐ کے ارشاد مبارک کے ایک حصہ لَا حَلِيْمَ اِلَّا ذُوْ عَثْرَةٍ کے ایک پہلو کو واضح کرنے کے لئے یہ ایک واقعہ بیان کیا ہے اب ارشاد مبارک کے دوسرے حصے لَا حَكِيْمَ اِلَّا ذُوْ تَجْرِبَةٍ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں یہ دوسرا جملہ صاف بتلا رہا ہے کہ صاحبِ عقل سلیم و فطرت بلند و رائے صائب بلا تجربہ کے حکیم کا رتبہ نہیں پا سکتا حکیم وہی شخص ہو سکتا ہے جو عاقل کامل کے ساتھ تجربہ کار اور سرد و گرم چشیدہ ہو اور یہی اصل مدعا تھا کہ عقل کے ارتقاء کا حقیقی آلہ تجربہ ہے۔

جملہ اولی لَا حَلِيْمَ اِلَّا ذُوْ عَثْرَةٍ میں جو دو معنی بیان کئے گئے ہیں جملہ ثانیہ اس امر کی تائید کرتا ہے کہ ان میں سے حلم کو بمعنی بردباری و تحمل لینا زیادہ موزوں ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور یہ بھی تسلیم شدہ ہے کہ تمدن کا مدار تعاون و تناصر پر ہے۔ وحشت اور تمدن کے درمیان فرق ہے تو یہی ہے کہ وحشی جیسا کہ خود اپنے تمدن و اسباب معیشت میں دوسرے کے کام میں بھی کم آتا ہے بہائم حقیقی وحشی ہیں ان میں بہت کم رابطہ انس و تعلقات ہوتے ہیں اور جو ہوتا ہے وہ بھی طبعی ہوتا ہے عقلی و اختیاری نہیں انسان کو بہائم سے تمیز ہے تو یہی ہے کہ اس میں فطرۃً انس و محبت کا مادہ ودیعت رکھا گیا ہے۔ دنیا میں بادشاہ سے لے کر ادنیٰ رعیت اور عالم سے لے کر جاہل کوئی بھی ایسا نہیں ہے جس کو دوسرے کی احتیاج نہ ہو۔ انسان کے تمام اچھے اور برے حالات و معاملات اس کی نیکنامی و بدنامی آبادی و بربادی نجات و ہلاکت افعال اور اقوال پر ہے دنیا میں بہت ہی کم ایسے نادان ہیں جو جان بوجھ کر اپنے آپ کو تباہی و بربادی میں ڈالیں لیکن باوجود اس کے کہ آدمی اپنے نفس کا ساری دنیا سے زیادہ خیر خواہ ہے پھر اس سے باختیار خود ایسے افعال کیوں صادر ہوتے ہیں جن کے انجام میں جان و مال عزت و آبرو کا نقصان اٹھانا پڑتا ہے تباہ و برباد ہوتا ہے' ندامت و پشیمانی ذلت و رسوائی جدا حاصل ہوتی ہے۔ صرف رائے کی غلطی سے کبھی مضر و مفید کے انتخاب میں غلطی ہوتی ہے کبھی واقعات کے اسباب میں اشتباہ پڑجاتا ہے کبھی صحیح تدبیر تک ان کی رسائی نہیں ہوتی کبھی ایک ہی واقعہ کے بہت سے اسباب اور ایک ہی معاملہ کی بہت سی تدابیر ہوتی ہیں اور سب بجائے خود صحیح و منتج بھی ہوتی ہیں لیکن اس کی خاص تدبیر کو اختیار کرنے میں اشکال پیش آتا ہے خود باوجود دانش مند زیرک ہونے کے متحیر ہوجاتا ہے کہ تنہا اس کی رائے فیصلہ کرنے کے لئے کافی نہیں ہوتی اگر ایسے مواقع میں اپنی رائے پر اعتماد کر کے کچھ کر بیٹھتا ہے تو ناکام ہوتا ہے اس لئے کسی بڑے یا چھوٹے کام کو شروع کرنے سے پہلے رائے صحیح کا منقح کر لینا نہایت ضروری امر ہے۔ متنبی کہتا ہے۔

اَلرَّأْیُ قَبْلَ شَجَاعَةِ الشُّجْعَانِ ۔۔۔ هُوَ اَوَّلُ وَهِیَ الْمَحَلُّ الثَّانِیْ

رائے بہادروں کی شجاعت سے بھی پہلے ہے اس کا درجہ اول ہے اور شجاعت کا درجہ بعد میں ۔

یہ شاعر بتلاتا ہے کہ شجاعت جو حقیقت میں اعضاء کے متعلق ہے اور جس میں تہور، دلیری اور ناعاقبت اندیشی سے کام چلتا ہے اس کا مدار بھی رائے پر ہے اگر کم عقلی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور بے تدبیری سے کوئی شخص اپنے کو دشمنوں کے نرغے میں پھنسا دے اور گو اس وقت وہ دادِ شجاعت دے کر جان دے دے یا سب سے جان لے کر سالم بچ جائے لیکن اس کو حقیقی شجاعت نہیں کہتے اصل شجاعت یہی ہے کہ مشغولِ کارزار ہونے سے پہلے دشمن کو اپنی تدبیر و حیلہ سے شکست دے اور عین معرکہ میں وہ تدبیر اختیار کرے جو سیف و سنان سے زیادہ مؤثر کارگر ہوں اور جیسا کہ انسان کو اپنے تمام معاملات میں دوسروں سے امداد و استمداد کی حاجت ہے رائے میں دوسروں سے امداد کا محتاج ہے اور جبکہ مشورہ و تبادلہ خیالات سے ایک معاملہ کے تمام پہلو واضح ہو گئے اور پھر باہمی مشورہ سے وہ تدبیر بھی متعین کر دی گئی جس کا استعمال اس وقت مناسب ہے تو اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ انسان ایسی حالت میں بہت کم ان غلطیوں میں مبتلا ہوتا ہے جو ناکامی کا سبب بن جاتی ہیں بلکہ اکثر و بیشتر یہ شخص اپنے مدعا میں پورا پورا کامیاب اور فائز المرام ہوتا ہے اور اگر احیاناً باوجود بہتر سے بہتر تدبیر کرنے کے حصولِ مدعا میں کامیاب نہ ہو کیونکہ ممکن ہے کہ بہت سے ذوی العقول بھی مل کر صحیح نتیجہ پر نہ پہنچ سکیں۔ انسان کتنا ہی زیرک دانش مند اور تجربہ کار ہو مگر علمِ غیب اس کو نہیں ہے جس سے وہ یقیناً کسی نتیجہ کے وقوع پذیر ہونے کا حکم لگا سکے۔ انسان کا کام صرف یہ ہے کہ اپنے عقل رسا اور تجربہ تام کی وجہ سے معاملہ کے صحیح اسباب بتا دے مگر ہر سبب کا منتج ہونا خود یقینی نہیں ہے باوجود ناکامیاب ہونے کے بھی یہ شخص اس ندامت و پشیمانی سے محفوظ رہتا ہے جو خودرائی کے بعد ہو سکتی ہے سب سے بڑھ کر یہ کہ جن دانش مند بزرگوں اور ہوشمند تجربہ کاروں کے مشورہ پر کاربند ہو کر کام کیا تھا غیر کامیابی کی صورت میں وہ اس کے بہت زیادہ مددگار بن جاتے ہیں وہ اپنی ممکن سے ممکن کوشش اس کے کامیاب کرنے میں صرف کر ڈالتے ہیں گویا اس شخص نے محض اپنی فلاح و بہبود کے لئے مشورہ کر کے ایک بھاری لشکر اپنی امداد و معاونت کے لئے تیار کر لیا جو ہر وقت ہر پہلو سے اس کی امداد کو آمادہ ہے۔

ان تمام معروضات کا خلاصہ یہ ہے کہ متمدن دنیا میں انسان کے اپنے تمام معاملات کی اسلوبی و بہبودی کا مدار رائے صحیح پر ہے رائے میں امداد و استمداد کا مسئلہ سب سے اہم اور واجب العمل ہوگا گویا اساسِ تمدن مشورہ پر ہے اور عالم کی صلاحیت اس کی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

آبادی اس کی رونق و شادابی کا مدار تبادلہ آراء و خیالات پر ہے اور پھر اس کا کوئی پہلو فوائد و نتائجِ مفیدہ سے خالی نہیں ہے۔

مشورہ کا حکم اور اس کی فضیلت:

جب یہ معلوم ہو گیا کہ تمدن کا لازمی جزو استشارہ و مشاورت ہے عالم کی اصلاح کا مدار اسی پر ہے تو اب دیکھنا یہ ہے کہ شریعتِ اسلامی نے جو انسان کی ہر حالت میں رہبر اور ہر قسم کی فلاح و بہبود کی متکفل ہے اس مسئلہ کی نسبت کیا حکم دیا ہے اور اس کی خوبیاں کس حد تک ذہن نشین کی ہیں اس بارہ میں اول نصوصِ قرآنی اور پھر روایات احادیث اور پھر اقوالِ صحابہ و سلف اُمتہ مرحومہ سے وضاحت کی جائے گی۔

نصوصِ قرآنی:

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللَّهِ لِنتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِينَ[1]

خدا کی بڑی رحمت سے تم ان کے لئے نرم بن گئے اور اگر تم کج خلق سخت دل ہوتے تو یہ لوگ تمہارے پاس سے متفرق ہو جاتے ان سے درگزر کرو اور ان کے لئے استغفار کرو، معاملات میں ان سے مشورہ کرو، لیکن جب عزم کر چکو تو خدا پر بھروسہ کرو، اللہ متوکلوں کو دوست رکھتا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ فرائضِ بعثت و رسالت ادا کرنے اور گمراہوں کو ہدایت کرنے اور راہِ راست پر لانے کے لئے ملاطفت، نرم خوئی، درگزر اور حسنِ اخلاق کی ضرورت ہے تاکہ ناواقف حُسنِ اخلاق اور ملاطفت کی وجہ سے آپؐ کے گرد جمع ہوں اور آپؐ کے فیضِ صُحبت اور ارشادات سے متمتع ہو کر پختہ کار مسلمان ہو جائیں اور اس کے برخلاف آپؐ کے اخلاق میں نرمی نہ ہوتی یا آپؐ سخت دل ہوتے آپؐ میں شفقت علی الخلق

---

[1] سورۃ آل عمران - ۱۵۹ -

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کوٹ کوٹ کر نہ بھری ہوتی تو یہ مقبولیتِ عامہ اور یہ جان نثاری نہ ہوتی جب لوگ یہ دیکھتے کہ آپؐ بھی مثل اور انسانوں کے معاملہ فرماتے برائی کا بدلہ برائی سے دیتے ہیں درگذر فرمانا اور اپنے اوپر تکلیف اٹھانا نہیں جانتے تو اول تو اس قسم کی گرویدگی حاصل ہی نہ ہوتی اور نہ لوگ آپؐ کے گرد جمع ہوتے اور بعثت کا مقصود حاصل نہ ہوتا اور جب یہ بات ہے تو آپ کے حقوق اللہ میں جو کمی واقع ہو اس کے بارے استغفار کرنا چاہئے اور ان سے معاملات میں مشورہ کرتے رہنا چاہیئے۔

ارشادِ مذکورہ بالا سے بخوبی ثابت ہوگیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو صحابہؓ سے مشورہ فرمانے کا حکم ہے اور یہیں سے مشورہ کے منجملہ ضروریات ہونے کی تنقیح بھی ہوگئی کہ جب خود جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو باوجودیکہ آپؐ نزولِ وحی کی وجہ سے مستغنی تھے یہ حکم ہے تو مسلمانوں کا اور کوئی فرد خواہ کسی درجہ و رتبہ کا ہو کیسے حکم سے مستغنی ہو سکتا ہے ہر شخص کے ذمہ ہے کہ تمام ایسے امور کے اندر جن میں صواب و خطاء میں اشتباہ ہو مشورہ کرے۔

صحابہؓ سے مشورہ لینے کا حکم کس بنا پر تھا اکثر حضرات فرماتے ہیں کہ مشورہ کی جو اصل غرض ہوتی ہے وہ تعین رائے صائب و صحیح رہی ہے حدیث شریف میں وارد ہے۔ (حضرت عائشہؓ سے روایت ہے[۱])

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِاَبِیْ بَکْرٍ وَّعُمَرَ لَوِ اجْتَمَعْتُمَا فِیْ مَشْوَرَةٍ مَا خَالَفْتُکُمَا۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ارشاد فرمایا اگر تم دونوں کسی مشورہ پر متفق ہو جاؤ تو میں خلاف نہیں کروں گا۔ (الامام احمد عن عبدالرحمٰن بن عمر (ترمذی)

جب آیہ شریفہ۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نَاجَیْتُمُ الرَّسُوْلَ فَقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقَةً ؕ (المجادلۃ : ۱۲)

[۱] قاضی ثناء اللہ تفسیر مظہری ان قرآن جلد دوم ص۱۹۱

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اے ایمان والو جب تم رسول اللہ سے سرگوشی کرنا چاہو تو سرگوشی سے پہلے خدا کی راہ میں کسی قدر خیرات دیا کرو۔"

نازل ہوئی تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ سے ارشاد فرمایا کتنا صدقہ ہونا چاہیئے ایک دینار تو حضرت علیؓ نے جواب دیا یہ تو بہت زیادہ ہے۔ مسلمان اس کے متحمل نہ ہوں گے فرمایا نصف دینار تب بھی یہی جواب دیا یہ تو بہت زیادہ ہے ارشاد فرمایا تو پھر کیا ہونا چاہیے عرض کیا کہ ایک جو کی قدر آپؐ نے فرمایا تم تو بہت زاہد ہو اس کے بعد پوری آیت ذیل نازل ہوئی۔

أَأَشْفَقْتُمْ أَنْ تُقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوَاكُمْ صَدَقَاتٍ فَإِذْ لَمْ تَفْعَلُوا وَتَابَ اللَّهُ عَلَيْكُمْ فَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَاللَّهُ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ۝

کیا تم لوگوں سے یہ نہ ہو سکا کہ اپنی سرگوشیوں سے پہلے خیراتیں دیا کرتے جب تم نے اس پر عمل نہ کیا اللہ نے تم سے معاف فرما دیا تو اب صرف نمازیں ادا کریں اور زکوٰۃ دیں اور تمام امور میں اللہ تعالیٰ اور رسولؐ کی اطاعت کیا کرو اور اللہ تعالیٰ کو تمہارے سب اعمال کی خبر ہے۔

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے میری وجہ سے اُمت پر تخفیف فرما دی اور ہر مرتبہ مناجات کے وقت جو صدقہ کا حکم تھا جس کا تحمّل ہر ایک سے نہ ہو سکتا تھا۔ منسوخ ہو گیا۔

حضرات شیخین کے بارے میں یہ ارشاد کہ اگر تم کسی امر میں متفق ہو جاؤ تو تمہارے خلاف نہ کروں گا دلالت کرتا ہے کہ آپؐ ان کی رائے پر عمل فرماتے تھے اور مقصود تحصیل رائے تھا علیٰ ہذا حضرت علیؓ سے صدقہ کے بارے میں مشورہ کرنا خود اس کی دلیل ہے۔

جلیل القدر تابعی حضرت قتادہؒ کے اثر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرتؐ کو وحی نازل ہونے کے باوجود اپنے اصحاب سے مشورہ کا حکم ملنا اس لئے تھا کہ قوم کا ضمیر اور رائے مطمئن ہو جائے[1]

---

[1] روایت ابن جریرؒ۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت حسن بصریؒ کی روایت سے بھی اس امر کی تائید ہوتی ہے کہ شوریٰ کے حکم کا مقصد یہ تھا کہ اس میں صحابہ کے لئے قانونی وجوب پیدا ہو جائے اور بعد میں اُمت کے لئے ایک مستقل حکمتِ عملی بن جائے [1]

ابن عباسؓ سے روایت ہے۔

قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَا إِنَّ اللهَ وَرَسُولَهُ يَسْتَغْنِيَانِ عَنْهَا وَلَكِنْ جَعَلَهَا اللهُ تَعَالَى رَحْمَةً لِأُمَّتِي فَمَنِ اسْتَشَارَهُمْ مِنْهُمْ لَمْ يَعْدَمْ رُشْدًا وَمَنْ تَرَكَهَا لَمْ يَعْدَمْ غَيًّا [2]

ابن عباسؓ فرماتے ہیں جب آیۃ "وشاورہم فی الامر" نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا دیکھو خدا اور اس کا رسول مشورہ سے بالکل مستغنی ہیں لیکن خدا تعالیٰ نے اس کو اُمت کے لئے رحمت کا سبب بنایا ہے میری امت میں سے جو شخص مشورہ سے کام کرے گا رشد و ہدایت اس کے ساتھ رہے گی اور جو اس کو چھوڑے گا گمراہی اس کا ساتھ نہ چھوڑے گی۔

اس حدیث سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ باوجود مستغنی ہونے کے مشورہ کا حکم صرف امّت کی تعلیم واقتدا کی غرض سے دیا گیا حضرت ابو ہریرہؓ کا بیان ہے

مَا رَأَيْتُ أَحَدًا أَكْثَرَ مَشُورَةً لِأَصْحَابِهِ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ [3]

میں نے کسی ایسے شخص کو نہیں دیکھا جو اپنے رفقاء (اصحاب) سے مشورہ کرنے میں اتنا زیادہ سرگرم ہو جس قدر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم تھے۔

معاملات کل دو قسم کے ہیں۔ ۱- دُنیاوی ۲- دینی۔ دینی معاملات

---

[1] فتح الباری (عسقلانی) جلد ۱۳ صـ ۲۸۶

[2] بیہقی۔ روح المعانی جلد ۴ صـ ۹۴

[3] فتح الباری جلد ۱۳ صـ ۲۸۶

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں دو قسم کے معاملات شامل ہیں ایک وہ جن میں وحی آچکی دوسرے وہ جن میں وحی نہیں آئی پھر جن معاملات میں وحی نہیں آئی ان کی بھی دو قسمیں ہیں اول وہ جن میں مشورہ کے بعد وحی نازل ہوئی دوسری وہ جن میں مشورہ پر عمل کیا گیا اور وحی نازل نہ ہوئی گو کسی معاملہ میں آپؐ کے عمل کو جائز و برقرار رکھنا بھی وحی کے حکم میں داخل ہے کیونکہ کسی غلط رائے پر آپؐ کو استقرار و قیام نہیں ہو سکتا اس لئے لازمی طور پر ماننا پڑے گا کہ آپؐ کا عمل یا حکم مین منشائے خداوندی کے مطابق تھا اور اس کو وحی حکمی یا وحی باطنی کہتے ہیں۔

معاملاتِ دنیاوی میں بالاتفاق مشورہ جائز ہے۔ معاملات دینی میں مشورہ کی ضرورت نہیں کیونکہ ان میں وحی نازل ہو چکی ہے۔ دینی معاملات جن میں وحی نازل نہیں ہوئی مشورہ کرنے میں علماء کا اختلاف ہے ایک جماعت کہتی ہے کہ آپؐ کو ایسے معاملات میں بھی بغرض تعین حکم و رائے مشورہ کی اجازت نہ تھی بلکہ وحی کا انتظار کرنا چاہئے اور اکثر کا مذہب یہ ہے کہ ایسے معاملات میں مشورہ کی اجازت تھی۔

مشورہ کے بارے میں یہ اختلاف ایک دوسرے اختلاف پر مبنی ہے جس کو یہاں بیان کرنا ضروری ہے۔ اس امر میں اختلاف ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اجتہاد و قیاس سے کام لینا جائز ہے یا نہیں یعنی جس طرح امت کے اہلِ اجتہاد کو کسی ایسے معاملے میں جس کے اندر شارع کی نص موجود نہ ہو اجتہاد و قیاس کا اس وقت استنباط جائز بلکہ واجب ہے اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بھی جائز تھا یا نہیں ایک گروہ کا قول ہے کہ اجتہاد و قیاس کی اس وقت اجازت ہوتی ہے جب کسی طریقہ منصوصہ سے حکم معلوم نہ ہو سکے آئمہ مجتہدین و اہل رائے کو جب نص کی جانب سے مایوسی ہے تو اب ان کے لئے کون سا طریقہ استنباط حکم کا سوائے قیاس و اجتہاد کے باقی رہا۔ اور جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ وحی ہر ایک امر کا حکم معلوم ہو سکتا ہے تو قیاس و اجتہاد کی کیا حاجت ہے جمہور امت کا مذہب یہ ہے اور یہی صحیح اور باعتبار دلائل قوی اور مطابق واقعات مرویہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ایسے معاملات میں جن کے بارے میں وحی نازل نہ ہوئی قیاس و اجتہاد درست تھا اور بعد قیاس و اجتہاد جو امر قائم فرماتے اور اس کے خلاف وحی نازل نہ ہوتی یہ بھی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وحی میں داخل سمجھا جاتا تھا اور اسی کا نام وحی باطنی اور وحی حکمی ہے۔

جو لوگ آپؐ کے اجتہاد و قیاس کو جائز نہیں جانتے وہ مشورہ کو بدیں معنیٰ کہ اس کے ذریعے سے کوئی حکم شرعی قائم کیا جا سکے بطریق اولیٰ جائز نہیں سمجھتے لیکن چونکہ روایات احادیث سے بکثرت آپؐ کا صحابہ سے مشورہ کرنا ثابت ہے اس لئے نفسِ مشورہ سے تو انکار نہیں کر سکتے لیکن یہ کہتے ہیں کہ آپؐ کا مشورہ کا حکم امت کی تعلیم اور تطبیب قلوب کے لئے تھا۔

جن لوگوں کے نزدیک آپؐ کے لئے قیاس و اجتہاد ناجائز ہے اور اسی بنا پر مشورہ کو بغرض تعین و تحصیل حکم ناجائز کہتے ہیں ان کے نزدیک حکم وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ میں کل دو احتمال ہیں تعلیم امت کے لئے ہو یا تطبیبِ قلوب مومنین کے لئے تیسرا احتمال نہیں ہے لیکن جمہور ائمت کے قول کے مطابق جبکہ آپؐ کے لئے مشورہ بغرض تعین و تحصیل جائز ہوا تو اس آیت میں تین احتمال ہوں گے جب یہ تفصیل معلوم ہو گئی اب مشورہ کے حکم کے بارے میں یہ اختلاف کہ مشورہ کا حکم بغرض تحصیل مقصود تھا جیسا کہ احتمال اول میں بیان کیا گیا ہے یا تعلیم امت و تطبیب قلوب مومنین کے لئے تھا جیسا کہ احتمال ثانی و ثالث کا حاصل ہے حقیقی اختلاف نہیں بلکہ عنوان و تعبیر کا اختلاف ہے جو لوگ مشورہ کو بغرض تعلیم امت و تطبیب قلوب فرماتے ہیں وہ بھی اس سے انکار نہیں کر سکتے کہ بہت سے مواقع میں آپؐ نے صحابہ سے مشورہ فرما کر اسی پر عمل فرمایا ان کی غرض صرف یہ ہے کہ مشورہ بے شک حقیقی مقصود کی تحصیل کے لئے مشروع ہوا روایات سے یہ امر ثابت ہے مگر اس کے مشروع ہونے کی علت ہے آپؐ بوجہ نزول وحی مستغنی تھے پھر اس طریق کو چھوڑ کر مشورہ کا حکم کیوں دیا گیا اس کی علت بعض کے نزدیک تعلیم امت ہے یا تطبیب قلوب لیکن ان دونوں میں تنافی نہیں بلکہ حکم مشورہ کی دونوں علتیں ہو سکتی ہیں۔

لیکن ابھی ایک امر تنقیح طلب باقی رہ گیا ہے کہ مشورہ کو اس کی غرض و غایت ملنے اور امورِ دینیہ میں آپؐ کے لئے جائز سمجھنے کے بعد بھی مشورہ کا حکم تمام امورِ دینیہ کو شامل تھا یا صرف جنگ و قتال تک یہ حکم محدود تھا۔ کلبیؒ اور ان کے ہم خیال علماء یہ فرماتے ہیں کہ مشورہ کا حکم معرکوں اور حروب کی تدابیر کے لئے مخصوص تھا لیکن جمہور کا مذہب یہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے کہ حکم مشورہ تمام امورِ دینیہ کو شامل تھا لڑائیوں اور معرکوں کی تخصیص نہیں تھی۔

کلبیؒ وغیرہ یہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت جنگ احد کے بارہ میں نازل ہوئی ہے اور خاص جنگ احد میں آپؐ نے صحابہ سے مشورہ لیا تھا کہ مدینہ میں ہی رہ کر مدافعت کرنا بہتر ہے یا باہر نکل کر مقابلہ کرنا آپؐ کی رائے کا میلان خود اس جانب تھا کہ مدینہ میں ہی رہ کر مدافعت کریں لیکن اکثر صحابہ کی جوشِ ایمانی کا تقاضا یہ تھا کہ پیش قدمی کر کے مقابلہ کیا جائے عبداللہ بن ابی منافق کی رائے بھی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے موافق تھی وہ کہتا تھا کہ مدینہ میں رہ کر ہم کسی دشمن سے مغلوب نہیں ہوئے مگر غلبہ رائے کی وجہ سے آپؐ نے اکثر کی رائے کو قبول کیا زرہ اور خود پہن کر تشریف لائے تو صحابہ کو ندامت ہوئی اور عرض کیا کہ ہم سے غلطی ہوئی رائے وہی ہے جو آپؐ کی تھی آپؐ نے فرمایا کہ نبی کی یہ شان نہیں ہے کہ ہتھیار لگانے کے بعد بلا مقابلہ اتار دے آپؐ معہ مجاہدین روانہ ہو گئے اور اُحد پر کفار مکہ سے مقابلہ ہوا اس معرکہ میں گو انجام کار مسلمانوں کو غلبہ ہوا مگر کئی طرح سے نقصان اٹھانے کے بعد۔ اول نقصان تو یہ پہنچ گیا کہ عبداللہ بن ابی معہ اپنی کثیر جماعت کے یہ کہہ کر واپس ہو گیا۔ اَطَاعَهُمْ وَعَصَانِيْ (اوروں کا کہنا مانا اور میری بات نہ مانی)۔

اگرچہ منافقوں کا آپؐ سے علیحدہ ہو جانا حقیقت میں نقصان نہ تھا بلکہ نفع تھا کیونکہ یہ لوگ شوق و رغبت کے ساتھ نہ تھے کیونکہ ایک ناپاک جماعت سے لشکر اسلام کا پاک صاف رہنا ہی اچھا تھا مگر چونکہ اس وقت تک حکمتِ الٰہی کا مقتضا یہی تھا کہ منافقوں کو بھی ساتھ لگائے رکھیں تاکہ پختہ کاروں کے پست ہمت ہو جانے کا اندیشہ نہ ہو۔ دوسرا نقصان یہ ہوا کہ مسلمانوں کے ستر چیدہ بہادر و شہسوار شہید ہو گئے۔ تیسرا نقصان یہ ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو زخم آئے اور آپؐ کا دندان مبارک شہید ہوا مسلمانوں کیلئے اس نقصان سے بڑھ کر اور کوئی نقصان نہیں ہو سکتا تھا اور یہ سب نقصانات اس غلط رائے کا نتیجہ تھے اور اب خود صحابہ کو بھی یہ خیال ہو سکتا تھا کہ ہم اس قابل نہیں رہے کہ ہم سے ان معاملات میں مشورہ کیا جائے اس خیال کے دفعیہ کے لئے یہ آیت نازل ہوئی کہ اول تو ان کے قصور معاف کرنے اور ان کے لئے استغفار کا حکم ہوا اور پھر ارشاد ہوا کہ ان سے مشورہ کرتے رہو۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آیت کا شانِ نزول اور ترتیب بیان صاف بتلا رہے ہیں کہ شَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ میں امر سے امر حرب مراد ہے۔ جمہور کہتے ہیں کہ ہم مانتے ہیں کہ یہ آیت خاص جنگ احد کے بارے میں نازل ہوئی مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ مشورہ کا حکم خاص اور متعلقہ جنگ و قتال کے ساتھ مخصوص ہو جائے۔ بہت سے ایسے معاملاتِ دینیہ کا ثبوت ملتا ہے جن میں آپ نے صحابہ سے مشورہ فرمایا اور اُن کا تعلق قتال سے نہیں۔ بدر کے اسیرانِ جنگ کے بارے میں صحابہ سے مشورہ فرمایا کہ ان کو معاوضہ لے کر رہا کیا جائے یا قتل کر دیا جائے نماز کی اطلاع کے لئے صحابہ سے مشورہ کیا۔ حضرت عمرؓ کے مشورہ کو قبول فرما کر اذان کا حکم جاری کیا۔

اللہ تعالیٰ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو صحابہ سے مشورہ کا حکم فرمایا پھر ارشاد فرمایا۔

فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ۔

پھر جب عزمِ مصمّم کر چکو تو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرو۔

اس ارشاد میں مشورہ کی حقیقت اس کے نتائج اور اسلامی اصول کی ایسی صحیح تعلیم بیان فرمائی گئی ہے کہ اس کے بعد کسی مغالطہ اور غلط فہمی کجروی اور غلط اصول قائم کرنے کی گنجائش ہی نہیں رہتی۔ اول تو یہ کہ مشورہ میں اختلاف رائے ہوتا ہے اگر اختلاف رائے میں پڑ کر کسی ایک جانب کو متعین نہ کر لیا جائے اور عزمِ مصمّم قائم نہ ہو تو مشورہ بجائے مفید ہونے کے نہایت مُضر اور مہلک ہو جاتا ہے۔ تردد میں پڑ کر کوئی کام نہیں ہو سکتا۔ حاصلِ ارشاد یہ ہے کہ صحابہ سے مشورہ کیجئے لیکن کسی ایک پر قائم ہو کر اس کے اجراء کا عزمِ مصمّم کر لینا چاہیئے ایسا نہ ہونا چاہیئے کہ اختلاف رائے اور کثرتِ رائے کی وجہ سے نفسِ معاملہ تعویق و تردد میں پڑ جائے اور یہ حقیقت میں اُمّت کو تعلیم ہے۔

دوم یہ کہ مشورہ کرنا عقلاء کی رائے پر اعتماد کرنا اور اس پر کاربند ہونا منجملہ اسبابِ ظاہرہ کے قوی سبب کامیابی و مُدعا برآری کا ہے اور اس سے یہ خیال ہو سکتا ہے کہ مشورہ پر اعتماد کر کے کام کر لینا چاہیئے۔ لیکن اسلامی تعلیم معتدل ہے افراط و تفریط کا اس میں شائبہ نہیں ہے۔ اسلام نے ہم کو تعلیم دی ہے کہ ہم اسباب سے کام لیں اور پھر اسباب کو مؤثر حقیقی نہ سمجھیں۔ حقیقی فاعل قادرِ مطلق و باختیار کو سمجھیں اس تعلیم کو ذہن نشین کرنے کیلئے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اول تو یہ ارشاد ہوا کہ آپؐ اسباب کو بالکل ترک نہ کریں صحابہؓ سے مشورہ کریں لیکن اسباب پر اعتماد بھی نہ کریں بلکہ خدا تعالیٰ پر بھروسہ کریں اور کام شروع کریں۔

اس ارشاد سے ہمیں توکّل کی حقیقت بھی سمجھ آ گئی توکّل کے معنی یہ ہیں کہ ہر کام میں ہر تدبیر میں فقط خدا تعالیٰ کو مؤثر اور فاعل سمجھیں کسی سبب یا تدبیر پر اعتماد نہ کریں اس کو حقیقی مؤثر اور خداوند عالم سے مستغنی نہ سمجھے۔

وَالَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِرَبِّهِمْ وَأَقَامُوا الصَّلَوٰةَ وَأَمْرُهُمْ شُورَىٰ بَيْنَهُمْ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ [۱]

ایمان والے وہ ہیں جنہوں نے اپنے رب کے حکم کو مانا نماز کو قائم کیا اور ان کے کام باہم مشورہ سے ہوتے ہیں اور جو ہم نے دیا ہے اس سے خرچ کرتے ہیں۔

اس آیت اور اس کی پہلی آیتوں میں مومنین کی مدح اور ان کے اوصاف خاص بیان کئے گئے ہیں اور منجملہ اوصافِ خاصہ اور علاماتِ مختصہ مومنین کاملین کے یہ بھی کہ وہ اپنے معاملات کو باہمی مشورہ سے طے کرتے ہیں مستقل ہو کر خود رائے بن کر نہیں کرتے اس آیت میں چار وصف بیان گئے ہیں اول اپنے رب کی اطاعت اس کے احکام کی تعمیل دوسرے نماز قائم کرنا۔ تیسرے اپنے معاملات کو باہمی مشاورت سے طے کرنا۔ چوتھے خدا کے دیئے ہوئے مال کو خدا کی راہ میں خرچ کرنا۔ اس ترتیبِ بیان میں اوّل تو خدا تعالیٰ کی اطاعت ہے۔ جو حقیقت میں اصل اصول اور تمام عبادات کے لئے شرطِ اوّل ہے اس کے بعد اقامتِ صلوٰۃ ہے جو تمام عبادات مالی و بدنی کی اصل اصول ہے۔ اس کے بعد مشاورت ہے اور آخر میں فی سبیل اللہ خرچ کرنا ادر جبتہ دیکھا جاتا ہے کہ مشورہ فرض نہیں ہے بلکہ مستحب و سنت کے درجہ میں ہے تو یہ ترتیب موجبِ خلجان معلوم ہوتی ہے لیکن حقیقت میں کچھ خلجان نہیں ہے مشورہ ایک مہتم بالشان امر ہے عالم کی فلاح و فساد میں اس کو بڑا دخل ہے حدیث شریف میں آیا ہے۔

إِذَا كَانَ أُمَرَاؤُكُمْ خِيَارَكُمْ وَأَغْنِيَاؤُكُمْ أَسْخِيَاءَكُمْ وَأَمْرُكُمْ شُورَىٰ

---

[۱] سورۃ شوریٰ ۔ ۳۸

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بَیْنَکُمْ فَظَهْرُ الْاَرْضِ خَیْرٌ لَّکُمْ مِنْ بَطْنِهَا وَاِذَا کَانَ اُمَرَاءُکُمْ شِرَارَکُمْ وَاَغْنِیَاءُکُمْ بُخَلَاءَکُمْ وَاُمُوْرُکُمْ اِلٰی نِسَائِکُمْ فَبَطْنُ الْاَرْضِ خَیْرٌ لَّکُمْ مِنْ ظَهْرِهَا۔[1]

جب تمہارے حاکم و امیر تم میں سے بہتر لوگوں میں سے ہوں تمہارے مالدار سخی ہوں تمہارے کام باہمی مشاورت سے طے ہوتے ہوں تو زمین پر رہنا اس کے اندر دفن ہونے سے بہتر ہے جب تمہارے امراء بدترین اور شریر ہوں مالدار کنجوس و بخیل ہوں عورتوں کے ہاتھ میں تمہاری باگ ہو تو دفن ہو جانا زمین پر زندہ رہنے سے بہتر ہے۔

اس حدیث میں خصوصیّت سے ان امور کو بیان کیا گیا ہے جس کو عام مخلوق کی اصلاح و فساد سے بہت کچھ تعلق ہے گویا مدارِ اصلاح و فساد غالباً ان امور پر ہے۔ امراء سے عام مخلوق کا تعلق ہوتا ہے۔ مالداروں کی طرف فقراء کو حاجت پڑتی ہے ایسے ہی مشورہ بھی عام احتیاج کی چیز ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ اگر معاملات میں باہمی مشاورت سے کام نہ لیا جائے بلکہ خود رائے یا کم عقلوں کی اقتداء سے معاملات طے کئے جائیں تو عالم میں فساد پھوٹ پڑے زندگی تلخ ہو جائے زندہ رہ کر مبتلاء مصائب و قلق ہونے سے مرنا بدرجہا بہتر ہو جائے۔ اور جب کہ عالم کی اصلاح و فساد مشورہ و عدم مشورہ سے ہے تو مناسب یہ معلوم ہوتا تھا کہ مثل اور عبادات مشورہ بھی فرض ہوتا مگر خداوندِ عالم نے اس میں بھی مصالح عباد کو ملحوظ رکھ کر مشورہ کو ان پر فرض نہیں فرمایا مگر مشورہ کے استحسان اور اس کے مہتم بالشان ہونے کو ایسے انداز سے فرمایا کہ کسی مومن صاحبِ عقلِ سلیم کو اس انحراف کی گنجائش ہی نہیں رہی۔

روایاتِ حدیث:

نصوصِ قرآنی اور ان کے متعلق ضروری اُمور کے بیان کے بعد اب مشورہ کے متعلق روایاتِ احادیث کو بیان کیا جاتا ہے۔

---

[1] روح المعانی جلد ۹ ص ۴۶-۴۷

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مَنْ اَرَادَ اَمْرًا فَشَاوَرَ فِيْهِ وَقَضٰى هُدِيَ اِلٰى اَرْشَدِ الْاُمُوْرِ[1]

جو شخص کسی کام کا ارادہ کرے اور مشورہ سے اسے پایہ تکمیل تک پہنچائے تو اس کو سب سے بہتر امر کی طرف ہدایت کی جاتی ہے۔

عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ الْاَمْرُ يَنْزِلُ بِنَا بَعْدَكَ لَمْ يَنْزِلْ فِيْهِ قُرْاٰنٌ وَلَمْ يُسْمَعْ مِنْكَ فِيْهِ شَيْءٌ قَالَ اَجْمِعُوْا لَهُ الْعَابِدَ مِنْ اُمَّتِيْ وَاجْعَلُوْهُ بَيْنَكُمْ شُوْرٰى وَلَا تَقْضُوْهُ بِرَاْيٍ وَاحِدٍ[2]

حضرت علیؓ فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپؐ کے بعد کوئی ایسا امر پیش آئے جس میں نہ قرآن نازل ہوا نہ آپؐ سے کچھ سنا تو اس میں کیا کیا جائے فرمایا میری امت کے دیندار لوگوں کو جمع کر کے اس امر کو مشورہ میں ڈال دو تنہا کسی ایک کی رائے پر فیصلہ نہ کرو۔

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ مَرْفُوْعًا اِسْتَرْشِدُوا الْعَاقِلَ تَرْشُدُوْا وَلَا تَعْصُوْهُ فَتَنْدَمُوْا[3]

حضرت ابوہریرہؓ سے مرفوعاً روایت ہے دانشمند لوگوں سے طلب رشد و مشورہ کرو تم کو سیدھی راہ کی ہدایت ہوگی اور ان کی نافرمانی نہ کرو ورنہ نادم ہوگے۔

وَرُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَالَ الْمَشُوْرَةُ حِصْنٌ مِّنَ النَّدَامَةِ وَاَمَانٌ مِّنَ الْمَلَامَةِ[4]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مشورہ ندامت سے محفوظ

---

[1] الدر المنثور جلد ۶ صـ۱۰
[2] الدر المنثور جلد ۶ صـ۱۰
[3] الدر المنثور جلد ۶ صـ۱۰
[4] ادب الدنیا والدین للماوردی الفصل الثالث فی المشورۃ صـ۲۸۶ المدخل لابن الحاج جلد ۴ صـ۱۴

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رکھنے کا قلعہ ہے اور لوگوں کی ملامت سے امن ہے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ اَرَادَ اَمْرًا فَشَاوَرَ فِیْہِ مُسْلِمًا وَفَّقَہُ اللّٰہُ لِاَرْشَدِ الْاُمُوْرِ[1]

ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص کوئی کام کرنا چاہے اور اس نے اس بارے میں کسی مسلمان سے مشورہ کر لیا تو خدا تعالیٰ اس کو سب سے بہتر بات کی توفیق عطا فرماتا ہے۔

رَأْسُ الْعَقْلِ بَعْدَ الْاِیْمَانِ بِاللّٰہِ التَّوَدُّدُ وَمَا اسْتَغْنٰی مُسْتَبِدٌّ بِرَأْیِہٖ وَمَا ھَلَکَ اَحَدٌ عَنْ مَشُوْرَۃٍ[2]

اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھنے کے بعد اعلیٰ درجہ کی معقول بات لوگوں سے محبت اور میل جول کے ساتھ رہنا ہے کوئی خود رائے شخص محض اپنی رائے پر بھروسہ کر کے کبھی دوسروں سے بے پرواہ نہیں ہوا اور نہ مشورہ کے بعد کام کرنے والے کو ہلاکت میں پھنسنے کی نوبت آئی۔

لَقِّحُوْا عُقُوْلَکُمْ بِالْمُذَاکَرَۃِ وَاسْتَعِیْنُوْا عَلٰی اُمُوْرِکُمْ بِالْمُشَاوَرَۃِ[3]

اپنی عقول کو مذاکرہ سے تجربہ کار بناؤ اور اپنے معاملات میں باہمی مشاورۃ سے امداد لو۔

ان احادیث سے چند امور بوضاحتِ تام ثابت ہو گئے ہیں اول یہ کہ طریق رشد و صواب و ہدایت پر چلنے کے لئے مشورہ اصل اصول ہے مشورہ پر کاربند ہو کر جو کام کیا جاتا ہے اس میں اصلاح ہوتی ہے رشد و ہدایت ساتھ دیتے ہیں اور اگر مشورہ نہ کیا جائے تو کجی و گمراہی سے نجات ملنا مشکل ہے۔

---

[1] ادب الدنیا والدین للماوردی الفصل الثالث فی المشورۃ ص ۲۹۰

[2] ادب الدنیا والدین للماوردی الفصل الثالث فی المشورۃ ص ۲۹۱

[3] ادب الدنیا والدین للماوردی الفصل الثالث فی المشورۃ ص ۲۹۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوم یہ کہ جیسا حضرت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو امورِ دینیہ میں خواہ وہ متعلق تدابیرِ حرب ہوں یا متعلق احکام مشورہ جائز تھا ایسا ہی آپؐ کے بعد بھی جب کسی معاملہ میں نصِ کتاب و سنت موجود نہ ہو مسلمانوں کے لئے مشورہ مشروع ہے

تیسرے یہ کہ جن لوگوں سے مشورہ کیا جائے ان میں ان اوصاف کا موجود ہونا ضروری ہے جن سے ان کے مشیر بننے کی اہمیت ثابت ہوتی ہے اور جو ان کو غلط رائے نہ دیں۔

چوتھے یہ کہ بوجہ نزولِ وحی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مشورہ سے مستغنی تھے مگر اس غرض کے لئے کہ امت اقتداء کرے آپؐ کے لئے مشورہ مشروع کیا گیا۔

اقوالِ صحابہؓ و سلفِ امت:

حضرت علیؓ فرماتے ہیں۔

نِعْمَ الْمُوَازَرَةُ الْمُشَاوَرَةُ وَبِئْسَ الْاِسْتِعْدَادُ الْاِسْتِبْدَادُ[1]۔

باہمی مشاورت سے بوجھ کا تقسیم کرنا بہت خوب اور بُری مستعدی ہے خود رائے ہونا۔

حضرت عمرؓ فرمایا کرتے تھے۔ رَأْيُ الْفَرْدِ كَالْخَيْطِ السَّحِيْلِ[2]

فرد واحد کی رائے کچے دھاگے کی طرح ہے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں۔

اَلْاِسْتِشَارَةُ عَيْنُ الْهِدَايَةِ وَقَدْ خَاطَرَ مَنِ اسْتَغْنٰى بِرَأْيِهٖ[3]

مشورہ حاصل کرنا عین ہدایت ہے اور جو شخص اپنی رائے پر اعتماد کئے ہوئے ہے اُس نے خطرناک راہ اختیار کر لی۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

اَلرِّجَالُ ثَلَاثَةٌ رَجُلٌ تَرِدُ عَلَيْهِ الْاُمُوْرُ فَيُسَدِّدُهَا بِرَأْيِهٖ

---

[1] ادب الدنیا والدین للماوردی شافعی الفصل الثالث فی المشورۃ ص ۲۸۹

[2] سراج الملوک (طرطوشی) ص ۱۴۵

[3] ادب الدنیا والدین للماوردی الفصل الثالث فی المشورۃ ص ۲۸۹

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَرَجُلٌ يُشَاوِرُ فِيمَا أَشْكَلَ وَيَنْزِلُ حَيْثُ يَأْمُرُهُ أَهْلُ الرَّأْيِ
وَرَجُلٌ حَائِرٌ بَائِرٌ لَا يَأْتَمِرُ رُشْدًا وَلَا يُطِيعُ مُرْشِدًا ؎۱

آدمی تین قسم کے ہوتے ہیں ایک وہ جس پر معاملات پیش آئیں اور وہ اپنی رائے سے ان کی درستی و اصلاح کرے۔ دوسرے وہ جو مشکلات میں اوروں سے مشورہ کے بعد اہل الرائے کی رائے کا اتباع کرتا ہے۔ اور تیسرا حیران ہے نہ کسی سے بھلائی کا مشورہ لیتا ہے نہ کسی ہدایت کرنے والے کی اطاعت کرتا ہے۔

حضرت عمرؓ بن عبدالعزیز فرماتے ہیں۔

إِنَّ الْمَشُوْرَةَ وَالْمُنَاظَرَةَ بَابَا رَحْمَةٍ وَمِفْتَاحَا بَرَكَةٍ لَا يَضِلُّ مَعَهُمَا رَأْيٌ وَلَا يَفْقِدُ مَعَهُمَا حَزْمٌ ؎۲

مشورہ اور مناظرہ رحمت کے دو دروازے ہیں اور برکت کی دو چابیاں ہیں ان سے رائے مخفی نہیں رہتی نہ حزم و احتیاط مفقود ہوتے ہیں۔

اقوال عقلاء و بلغاء:

اقوالِ صحابہؓ و سلفؒ امت کے بعد اہل اسلام کے دوسرے عقلاء و بلغاء کے مقولے پیش کئے جاتے ہیں جن سے مشورہ کی اہمیت و ضرورت فوائد و نتائج اور ثمرات و برکات کی مزید وضاحت ہو جائے گی۔

قبیلہ عبس کے ایک شخص سے کسی نے کہا کیا بات ہے تم لوگ معاملات میں خطا بہت کم کرتے ہو اس نے کہا۔

نَحْنُ أَلْفُ رَجُلٍ وَفِينَا حَازِمٌ وَنَحْنُ نُطِيعُهُ فَكَانَا أَلْفَ حَازِمٍ ؎۳

ہم ایک ہزار شخص ہیں اور ہم میں ایک شخص دانش مند مدبر اور تجربہ کار ہے

۱؎ ادب الدنیا والدین للماوردی الفصل الثالث فی المشورۃ ص ۲۸۹

۲؎ ادب الدنیا والدین للماوردی الفصل الثالث فی المشورۃ ص ۲۸۹ ۳؎

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہم اس کی اطاعت کرتے ہیں تو گویا ہم ہزار دانش مند اور مدبر ہیں۔

ابن المعتز عباسی کا قول ہے۔

اَلْمَشُوْرَةُ رَاحَةٌ لَكَ وَتَعَبٌ عَلٰى غَيْرِكَ[1]

مشورہ تیرے لئے راحت ہے اور دوسرے پر مشقت وتعب ہے

عبدالحمید کا قول ہے۔

اَلْمُشَاوِرُ فِيْ رَأْيِهٖ نَاظِرٌ مِّنْ وَّرَائِهٖ[2]

اپنے معاملہ میں مشورہ کرنے والا ایسا ہے جیسا اپنی پشت کی چیز دیکھنے والا

بعض بلغاء فرماتے ہیں۔

مِنْ حَقِّ الْعَاقِلِ اَنْ يُّضِيْفَ اِلٰى رَأْيِهٖ آرَاءَ الْعُقَلَاءِ وَيَجْمَعَ اِلٰى عَقْلِهٖ عُقُوْلَ الْحُكَمَاءِ فَالرَّأْيُ الْفَذُّ رُبَّمَا ذَلَّ وَالْعَقْلُ الْفَرْدُ رُبَّمَا ضَلَّ[3]

عاقل کا فرض یہ ہے کہ اپنی رائے کے ساتھ عقلاء کی رائے کا اضافہ کرے اور اپنی عقل کے ساتھ حکماء کی عقل کو جمع کرے کیونکہ اکیلی رائے بسا اوقات ذلیل ہوتی ہے اور تنہا عقل بسا اوقات گم راہ۔

عرب کا ایک نابینا شاعر بشار بن برد اسی مضمون کو اس طرح بیان کرتا ہے۔

اِذَا بَلَغَ الرَّأْيُ الْمَشُوْرَةَ فَاسْتَعِنْ بِرَأْيِ نَصِيْحٍ اَوْ نَصِيْحَةِ حَازِمٍ

جب کسی معاملہ میں مشورہ کی نوبت آئے تو خیر خواہ کی رائے یا دانش مند کی خیر خواہی سے امداد لینی چاہیئے۔

وَلَا تَجْعَلِ الشُّوْرٰى عَلَيْكَ غَضَاضَةً فَاِنَّ الْخَوَافِيْ قُوَّةٌ لِّلْقَوَادِمِ[4]

مشورہ کو حقارت کی نظر سے نہ دیکھ کیونکہ چھوٹے پر بڑے پروں کے لئے قوت ہوتے ہیں اس بیان کی تائید اس حکمت کے مشہور مقولہ سے ہوتی ہے۔

وَقَدْ قِيْلَ فِيْ مَنْثُوْرِ الْحِكَمِ مَنْ اَكْثَرَ الْمَشُوْرَةَ لَمْ يَعْدَمْ عِنْدَ الصَّوَابِ

---

[1] [2] [3] [4] ادب الدنیا والدین للماوردی الفصل الثالث فی المشورۃ ص ۲۸۹

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مَادِحًا وَعِنْدَ الْخَطَأِ عَاذِرًا وَإِنْ كَانَ الْخَطَأُ مِنَ الْجَمَاعَةِ بَعِيْدًا۔[1]

"حکمت کے بکھرے موتیوں میں یہ مقولہ بھی ہے جو شخص بکثرت مشورہ کرتا رہتا ہے تو وہ دو حال سے کبھی خالی نہیں رہتا در صورتِ صواب اس کے مادح موجود ہوتے ہیں اور در صورتِ خطأ معذور سمجھنے والے اگرچہ ایسا شخص اکثر ثواب پر ہی ہوتا ہے کیونکہ ساری جماعت کا خطأ پر قائم رہنا ایک امر بعید از عقل ہے۔

قاضی ابوالحسن ماوردی اس مضمونِ مذکورہ کی تائید اس طرح فرماتے ہیں۔

وَلَا يَنْبَغِيْ أَنْ يَتَصَوَّرَ فِيْ نَفْسِهِ أَنَّهُ إِنْ شَاوَرَ فِيْ أَمْرِهِ ظَهَرَ لِلنَّاسِ ضُعْفُ رَأْيِهِ وَفَسَادُ رُؤْيَتِهِ حَتّٰى افْتَقَرَ إِلَى رَأْيِ غَيْرِهِ - - - - - - وَلَيْسَ يُرَادُ الرَّأْيُ لِلْمُبَاهَاةِ وَإِنَّمَا يُرَادُ لِانْتِفَاعِ بِنَتِيْجَتِهِ وَالتَّحَرُّزِ مِنَ الْخَطَأِ عِنْدَ زَلَلِهِ وَكَيْفَ يَكُوْنُ عَارًا مَا أَدّٰى إِلَى صَوَابٍ وَعَنْ خَطَأٍ۔[2]

"مشیر کو اپنے دل میں یہ خیال کرنا لائق نہیں ہے کہ اگر وہ اپنے معاملات میں کسی سے مشورہ کرے گا تو لوگوں میں اس کی رائے کا ضعف اور فکر کا نقصان ظاہر ہوگا۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو کسی کی رائے کا کیوں محتاج ہوتا اس قسم کے خیالات احمقوں کے خیالات ہیں رائے اور مشورہ فخر و مباہات کے لئے نہیں ہوتے ان سے تو انتفاع مقصود ہوتا ہے جو چیز کہ صواب تک پہنچا دے اور خطاء سے محفوظ رکھے وہ عار کی بات کیونکر ہو سکتی ہے۔

بعض بلغاء فرماتے ہیں:

إِذَا أَشْكَلَتْ عَلَيْكَ الْأُمُوْرُ وَتَغَيَّرَ لَكَ الْجُمْهُوْرُ فَارْجِعْ إِلَى رَأْيِ الْعُقَلَاءِ وَافْزَعْ إِلَى اسْتِشَارَةِ الْعُلَمَاءِ وَلَا تَأْنَفْ مِنَ

---

[1] ادب الدنیا والدین للماوردی الفصل الثالث فی المشورۃ ص ۲۹۲

[2] ادب الدنیا والدین الفصل الثالث فی المشورۃ ص ۲۹۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اِلاسْتِرْشَادِ وَلَا تَسْتَنْكِفْ مِنَ الِاسْتِمْدَادِ فَلَأَنْ تَسْأَلَ وَتَسْلَمَ خَيْرٌ لَكَ مِنْ أَنْ تَسْتَبِدَّ وَتَنْدَمَ[1]

"جب تم کو معاملات میں اشکال پیش آجائیں اور عام خیالات تجھ سے منحرف ہوجائیں تو تجھ کو عقلاء کی رائے کی طرف رجوع کرنا اور گھبرا کر علماء سے مشورہ کرنا چاہیئے طلبِ رشد و امداد میں حیاء و غیرت نہ کرنی چاہیئے لوگوں سے مشورہ لے کر اور دریافت کرکے سالم و غانم رہنا مستقل الرائے بن کر انجام کار نادم و پشیمان ہونے سے بہتر ہے"

حکیم لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کی۔

شَاوِرْ مَنْ جَرَّبَ الْأُمُوْرَ فَإِنَّهُ يُعْطِيْكَ مِنْ رَأْيِهِ مَا قَامَ عَلَيْهِ بِالْغَلَاءِ وَأَنْتَ تَأْخُذُهُ مَجَّانًا۔[2]

تجربہ کار وہ رائے دیتا ہے جو اس کو نہایت گراں قیمت پر ملی ہے یعنی نہایت مشقت و تحمل مصائب کے بعد حاصل ہوئی ہے۔ اور تو اس کو مفت بلا تعب اڑاتا ہے۔

ایک شاعر کہتا ہے۔

خَلِيْلَيَّ لَيْسَ الرَّأْيُ فِيْ صَدْرِ وَاحِدٍ　　أَشِيْرُوْا عَلَيَّ بِالَّذِيْ تَرَيَانِ[3]

میرے دوستو رائے ایک شخص کے دل میں نہیں ہوتی تم مجھ کو اس بات کا مشورہ دو جس کو تم بہتر سمجھتے ہو۔

سیف ابن ذی کا قول ہے۔

مَنْ أُعْجِبَ بِرَأْيِهِ لَمْ يُشَاوِرْ وَمَنِ اسْتَبَدَّ بِرَأْيِهِ كَانَ مِنَ الصَّوَابِ بَعِيْدًا۔[4]

---

[1] ادب الدنیا والدین ص۲۹۲

[2] ادب الدنیا والدین ص۲۹۱-۲۹۲

[3] ادب الدنیا والدین للماوردی ص۲۹۲

[4] ادب الدنیا والدین للماوردی ص۲۹۰

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جس کو اپنی رائے پر گھمنڈ اور زعم ہوتا ہے وہ مشورہ نہیں کرتا اور جو خود رائی سے کوئی کام کرتا ہے صواب سے دور رہتا ہے۔

بعض ادباء کا مقولہ ہے۔

مَا خَابَ مَنِ اسْتَخَارَ وَلَا نَدِمَ مَنِ اسْتَشَارَ [1]

جس شخص نے اپنے رب سے استخارہ کیا نامراد نہیں رہا اور جس نے مشورہ کے بعد کام کیا نادم نہیں ہوا۔

بعض حکماء فرماتے ہیں۔

نِصْفُ رَأْيِكَ مَعَ أَخِيكَ فَشَاوِرْهُ لِيَكْمُلَ لَكَ رَأْيُكَ [2]

تیری رائے کا نصف حصہ تیرے بھائی کے پاس ہے تجھ کو اس سے مشورہ ضرور کرنا چاہئے کہ تیری رائے کامل ہو جائے۔

ایک حکیم فرماتے ہیں۔

مِنْ كَمَالِ عَقْلِكَ اسْتِظْهَارُكَ عَلَى عَقْلِكَ [3]

تیری دانش مندی یہ ہے کہ تو اپنی عقل کے لئے دوسری عقول کو مددگار بنائے۔

اہل فارس کے مقالاتِ حکیمہ میں سے ایک مقولہ۔

اَضْعَفُ الْحِيلَةِ خَيْرٌ مِّنْ اَقْوَى الشِّدَّةِ وَاَقَلُّ التَّاَنِّي خَيْرٌ مِّنْ اَكْثَرِ الْعُجْلَةِ وَالدَّوْلَةُ رَسُولُ الْقَضَاءِ الْمُبْرَمِ وَاِذَا اسْتَبَدَّ الْمَلِكُ بِرَأْيِهِ عَمِيَتْ عَلَيْهِ الْمَرَاشِدُ [4]

ضعیف تدبیر نہایت سخت شدت سے بہتر ہے تامل و غور کے بعد تھوڑا سا کام کرنا عجلت کے ساتھ بہت سے کام سے بہتر ہے اور دولت قضاء مبرم کا پیام رساں ہے اور جب بادشاہ اپنی رائے میں مستقل ہو جائے تو ہدایت کے راستے اس سے مخفی ہو جاتے ہیں۔

حکمت کے بکھرے ہوئے موتیوں سے ایک مقولہ یہ بھی ہے۔

كُلُّ شَيْءٍ يَحْتَاجُ إِلَى الْعَقْلِ وَالْعَقْلُ يَحْتَاجُ إِلَى التَّجَارِبِ وَ

---

[1] [2] [3] [4] ادب الدنیا والدین للماوردی ص ۲۹۳

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

لِذٰلِكَ قِيْلَ الْاَيَّامُ تَهْتِكُ لَكَ عَنِ الْاَسْتَارِ الْكَامِنَةِ [1]

ہر چیز عقل کی محتاج ہے اور عقل تجربوں کی حاجت مند ہے اسی وجہ سے کہا گیا ہے کہ زمانہ پوشیدہ اور مخفی امور سے پردہ اٹھا دیتا ہے۔

بعض حکماء کا قول ہے۔

اَلتَّجَارِبُ لَيْسَ لَهَا غَايَةٌ وَّالْعَاقِلُ مِنْهَا زِيَادَةٌ [2]

تجربوں کی کوئی انتہا اور غایت محدود و معین نہیں ہے عاقل کے تجربات ہمیشہ ازدیاد میں رہتے ہیں۔

ایک حکیم فرماتے ہیں

مَنِ اسْتَعَانَ بِذَوِی الْعُقُوْلِ فَازَ بِدَرْكِ الْمَأْمُوْلِ [3]

جو شخص ذوی العقول کی رائے اور مشورہ سے مدد حاصل کرتا ہے حصول مدعا میں کامیاب ہو جاتا ہے۔

مشورہ کے ارکان:

مشورہ کے چار رکن ہیں۔

۱۔ معاملات قابل مشورہ ۲۔ اہلیت مشورہ

۳۔ مُستشیر یعنی محتاج و طالب مشورہ ۴۔ مُشیر یعنی مشورہ دینے والا۔

مُعاملاتِ قابلِ مشورہ کی تفصیل و توضیح:

سابق بیانات سے مشورہ کا اہم و ضروری منتج خیر و برکت ہونا اور ترکِ مشورہ کا موجب ابتلاء خطرات مہلکہ وندامت و پشیمانی معلوم ہو چکا لیکن ابھی یہ واضح کرنا باقی ہے کہ مشورہ جب ایسا اہم اور ضروری ہے تو اس کا ہر حکم ہر چھوٹی بڑی جلیل و حقیر بات کو مشتمل

---

[1] ادب الدنیا والدین للماوردی ص ۲۹۰

[2] ادب الدنیا والدین للماوردی ص ۲۹۰

[3] ادب الدنیا والدین للماوردی ص ۲۹۰

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے یا کچھ معاملات اس سے مستثنیٰ بھی ہیں جن میں مشورہ کی حاجت نہیں یا جن میں مشورہ کرنا بجائے رحمت ہونے کے موجب ہلاکت ہوتا ہے۔

مشورہ کا ایسے معاملات میں حکم ہے جس کی دونوں جانب محتمل نفع وضرر ہوں اور شریعت یا عقل یا عادات کے اعتبار سے کوئی جانب متعین اور یقیناً ثمر منفعت نہ ہو اگر معاملہ ایسا ہے جس میں شریعت سے حکم صادر ہو چکا اس کے طریقے اور حدود معین کر دیئے گئے ہیں ان میں کسی سے مشورہ کرنا ضروری نہیں ہے بلکہ بسا اوقات مشورہ نہ کرنا ضروری ہوتا ہے مثلاً اوقات نماز کا ادا کرنا یا ادا فریضہ زکوٰۃ یا حج وصوم سے سبکدوش ہونا۔ ان معاملات میں شریعت کا صاف وصریح حکم موجود ہے ان کے شرائط وادا کی مکمل تعلیم دی جا چکی ہے اب بوقتِ نماز منادی خدائے جل وعلا باآواز بلند مسلمانوں کو خانہ خدا کی طرف ادائے نماز کے لئے بلاتا ہے ایسی حالت میں کوئی شخص مشورہ کرنے بیٹھے کہ اس وقت نماز پڑھوں یا نہ پڑھوں عین حماقت ونادانی میں داخل ہوگا اور یہ مشورہ یقیناً معصیت ہوگا البتہ ادائے فرض کے مختلف اسباب وذرائع اور طریق میں سے کسی ایک طریق کو اختیار کرنے میں علماء یا اطباء یا اہل عقل وتجربہ سے مشورہ کرے تو جائز بلکہ بعض حالتوں میں واجب ہوگا مثلاً ایک شخص مریض ہے اس کو تردد ہے کہ مجھ کو ایسی حالت میں تیمم کی اجازت ہے یا نہیں اس بارے میں اطباء یا تجربہ کاروں سے مشورہ کر سکتا ہے یا حج کے لئے امن طریق شرط ہے اور قافلے کئی راستے سے جا سکتے ہیں۔ ممکن ہے کہ بعض راہ پُرخطر ہوں اور بعض نہ ہوں ان راستوں میں سے کسی ایک کو اختیار کرنے کے اندر مشورہ کرنا درست ہے یا مثلاً کسی پر دشمن حملہ کرتا ہوا چلا آتا ہے اس کو جان بچانے کے لئے اپنی حفاظت ضروری ہے ایسی حالت میں مقتضی عقل یہ ہے کہ ہر ممکن صورت سے دشمن کی مدافعت کرے یہ وقت نہیں کہ دشمن تو سر پر پہنچ گیا ہو اور یہ شخص احباب مخلصین اور تجربہ کار اہل عقل سے مشورہ کی فکر میں رہے یہ اسی فکر میں رہے گا اور دشمن اس کا کام تمام کر دے گا ہاں اگر اس قدر مہلت ہے تو اس کو مدافعت عدو اور محافظت نفس کے مختلف طریق میں سے کسی ایک طریق کو اختیار کرنے میں مشورہ کرنا مناسب یا ضروری ہوگا یا مثلاً بھوک اور پیاس کے وقت روٹی کھانا یا پانی پینا ان امور میں سے ہے جو امورِ طبیعیہ میں داخل ہیں ان امور طبیعیہ میں مشورہ کی حاجت نہیں ہے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہاں اس کے ذرائع یا ترک یا مختلف اغذیہ اور اشربہ میں سے کسی ایک کو اختیار کرنے میں اگر کسی کے اندر خطرہ کا احتمال ہو تو مشورہ کرنا مستحسن یا ضروری ہوگا۔

خلاصہ یہ ہے کہ جن امور کا حکم یا نتیجہ متعین ہے یا وہ امور طبعی میں ہیں ان کے اندر مشورہ کی حاجت نہیں اگر مشورہ کے حکم کو ایسا عام رکھا جائے کہ کوئی چھوٹا بڑا کام خواہ امورِ طبیعیہ میں داخل ہو یا امورِ شرعیہ میں بلا مشورہ نہ کیا جائے تو علاوہ اس کے کہ بہت سے مواقع میں مشورہ معصیت کی حد میں داخل ہو جائے گا۔ مشورہ انہی امور میں ضروری یا مستحسن ہے جن میں کوئی جانب شرعًا عقلاً عرفًا عادتًا معین نہیں اور جن کے مختلف جوانب میں خطرات و منافع کا احتمال ہے جن کے نتائج مبہم اور مخفی ہیں۔

پھر معاملات کی نوعیت بھی مختلف ہے بعض ایسے امور ہیں کہ ان کے منافع و خطرات دونوں معمولی اور کم درجہ کے ہیں اور بعض کے منافع بھی زیادہ اور خطرات بھی اہم ان معاملات کی نوعیت اور منافع و خطرات کی عظمت و قوت و وقعت و ضعف کے اعتبار سے مشورہ کے حکمِ استحسان میں فرق ہو جائیگا۔ بعض مواقع میں مشورہ نہایت اہم اور ضروری ہوگا اور بعض جگہ استحسان میں رہے گا۔

اہلیّتِ مشورہ:

مشورہ کا اہل وہی شخص ہو سکتا ہے جس میں اوصافِ ذیل موجود ہوں۔

(الف)۔ مشیر میں عقلِ کامل اور تجربہ تام ہو کوئی شخص بغیر ان اوصاف کے کامل و مکمل نہیں ہوتا عقل نہ ہو تو ظاہر ہے کہ اس کا شمار ذوی العقول میں کرنا بھی فضول اور لغو ہے اور اگر عقل ہو لیکن ناقص تو جس قدر نقصان عقل میں ہے اس کی انسانیت میں اسی قدر نقصان ہے۔ حدیث نبوی ہے۔

اِسْتَرْشِدُوا الْعَاقِلَ تَرْشُدُوْا وَلَا تَعْصُوْهُ فَتَنْدَمُوْا[1]

عقل مند لوگوں سے طلب رشد و مشورہ کرو تم کو سیدھی راہ کی ہدایت ہوگی اور ان کی نافرمانی نہ کرو ورنہ نادم ہوگے۔

(ب)۔ صاحبِ عقل و تجربہ ہونے کے بعد دوسری شرط اہلیّت کی یہ ہے کہ مشیر میں

---

[1] ادب الدنیا والدین للماوردی صفحہ ۲۹۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہمدردی خلق اللہ وخیر خواہی کا مادہ عموماً اور مستشیر کے ساتھ خصوصاً موجود ہو۔ اگر مشیر میں باوجود عقلِ کامل وتجربہ نصح وہمدردی کا مادہ عموماً موجود نہیں یا کم از کم مستشیر کے ساتھ یا تو ہمدردی کا داعیہ اس کے قلب میں نہیں ہے تو ایسا شخص قابل مشورہ نہیں حضرت عبداللہ ابن الحسن رضی اللہ عنہ اپنے صاحب زادے محمد بن عبداللہ کو نصیحت فرماتے ہیں۔

إِحْذَرْ مَشُورَةَ الْجَاهِلِ وَإِنْ كَانَ نَاصِحًا كَمَا تَحْذَرُ عَدَاوَةَ الْعَاقِلِ إِذَا كَانَ عَدُوًّا فَإِنَّهُ يُوشِكُ أَنْ يُوَرِّطَكَ بِمَشُورَتِهِ فَيَسْبِقُ إِلَيْكَ مَكْرُ الْعَاقِلِ وَتَوْرِيطُ الْجَاهِلِ[1]

جاہل اگرچہ خیر خواہ ہو مگر اس کے مشورہ سے بچنا چاہئے جیسا کہ دانا دشمن کی عداوت سے کیونکہ کچھ بعید نہیں کہ اپنے مشورہ سے وہ تجھ کو ہلاکت میں دھکیل دے اور عاقل کی تدبیر اور جاہل کی نادانی تجھ کو آدبائے۔

اسی مضمون کو ابو اسود دؤلی اس طرح ادا کرتے ہیں۔

وَمَا كُلُّ ذِي لُبٍّ بِمُؤْتِيكَ نُصْحَهُ   وَلَا كُلُّ مُؤْتٍ نُصْحَهُ بِلَبِيبِ

ہر ذی عقل تیرا خیر خواہ نہیں ہوتا۔ اور نہ خیر خواہ دانش مند ہوتا ہے۔

وَلٰكِنْ إِذَا مَا اسْتَجْمَعَا عِنْدَ صَاحِبٍ   فَحَقَّ لَهُ مِنْ طَاعَةٍ بِنَصِيبٍ[2]

اور لیکن جب یہ دونوں وصف کسی میں جمع ہو جائیں تو وہ اس کا مستحق ہے کہ اس کی اطاعت کی جائے۔

بعض حکماء کا قول ہے۔

لَا تُشَاوِرْ إِلَّا الْحَازِمَ غَيْرَ الْحَسُودِ وَاللَّبِيبَ غَيْرَ الْحَقُودِ وَإِيَّاكَ مُشَاوَرَةَ النِّسَاءِ فَإِنَّ رَأْيَهُنَّ إِلَى الْأَفْنِ وَعَزْمَهُنَّ إِلَى الْوَهْنِ[3]

تجھ کو سوا صاحب حزم غیر حاسد اور دانش مند غیر کینہ ور کے کسی سے مشورہ نہ کرنا چاہئے عورتوں کے مشورے سے قطعاً پرہیز کرنا چاہئے کیوں کہ ان کی رائے کا میلان فساد کی طرف اور عزم کا سستی کی جانب ہوتا ہے۔

(ج) مشیر میں علاوہ عقلِ کامل وتجربہ تام ونصح وہمدردی مخلوق کے عموماً یا

---

[1] [2] [3] ادب الدنیا والدین للماوردی ص ۲۹۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خصوصًا اور موجودگی اخلاق مہذبہ اور تدین عقلی کے تدین مذہبی تقوی صلاحیت کا ہونا بھی منجملہ شرائط اہلیت کے ہے تشریح اس کی یہ ہے کہ آدمی کو اخلاق حمیدہ و ملکات پسندیدہ اور عقل کامل کذب و خیانت حیلہ سازی و دغا بازی سے خود بھی مانع ہوتے ہیں خواہ وہ شریعت منزلہ کے ارکان کا پابند ہو یا نہ ہو اور اسی درجہ کو تدین عقلی یا عرفی سے تعبیر کرتے ہیں اور یہ درجہ مشیر کے لئے ایسا ضروری ہے کہ بدون اس کے وہ قابل مشورہ ہو ہی نہیں سکتا اگر وہ شریعت منزلہ کا تابع بھی ہے لیکن ان اوصاف کے ساتھ متصف نہیں ہے تب بھی وہ مشورہ کا اہل نہیں لیکن تدین عقلی و عرفی کے ساتھ اس میں تدین مذہبی بھی پایا جائے تو اس کی اہلیت مکمل ہے عکرمہؒ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے:

مَنْ اَرَادَ اَمْرًا فَشَاوَرَ فِيْهِ امْرَأً مُسْلِمًا وَفَّقَهُ اللهُ لِاَرْشَدِ اُمُوْرِهٖ [1]

جو کسی کام کا ارادہ کرے اور مرد مسلم سے مشورہ کرے تو خدا تعالیٰ اس کو بہترین امور کی توفیق عطا فرماتے ہیں۔

یہ ظاہر ہے کہ تدین عقلی کے ساتھ ساتھ تدین شرعی بھی مجتمع ہو جائے تو اس کی اہلیت مشورہ کامل و مکمل ہو جائے گی کیونکہ بسا اوقات عقل کامل و تجربہ تام کے باوصف کبھی آدمی کو اتباع عقل ہی کسی ایسے امر کا استحسان ذہن نشین کر دیتا ہے جو مُستشیر کے حق میں مضر ہوتا ہے لیکن اتباع شریعت اخلاق حمیدہ کے علاوہ اس کے دوسری حیثیت سے بھی پابند کئے ہوئے ہے جو کسی طرح سوا نصیحت و خیر خواہی کسی دوسرے امر کی اجازت نہیں دیتا اور اسی وجہ سے مشورہ کے لئے مسلمان کو منتخب کرنا ازبس ضروری ہے ہاں یہ ضرور ہے کہ جامع اوصاف مذکورہ متبع شریعت نہ مل سکے تو ایسی حالت میں غیر مسلم سے بھی مشورہ لینے میں کوئی حرج نہیں یہ ایسی شرط نہیں کہ بغیر اس کے اہلیت مشورہ پائی ہی نہ جائے۔

(د) جس شخص سے مشورہ لیا جائے اس کا قلب ایسے ہجوم و افکار سے خالی ہو جن

---

[1] ادب الدنیا والدین للماوردی صفحہ ۲۹

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی وجہ سے دماغ پریشان اور قلب مشغول ہو جاتا ہے ایسا شخص باوجود عقل تام و تجربہ کامل نصح و ہمدردی تدین و تقویٰ شعاری کے صحیح اور معقول مشورہ دینے سے عاجز و قاصر رہتا ہے کیونکہ وہ خود اپنے خیال میں ایسا مبتلا ہے کہ نہ وہ معاملہ مشورہ طلب میں اپنی پوری عقل لڑا کر اس کی تمام جوانب کو سوچ سکتا ہے اور نہ مستشیر کی رہبری کر سکتا ہے۔

صالح ابن عبد القدوس اسی مضمون کو اس طرح ادا کرتے ہیں ۔

وَلَا مُشِيْرَ كَذِي نُصْحٍ وَمَقْدِرَةٍ فِي مُشْكِلِ الْأَمْرِ فَاخْتَرْ ذَاكَ وَمُنْتَصِحًا[1]

نہیں ہے مشیر مثل ایسے شخص کے کہ جو خیر خواہ ہو اور مشکلات میں دستگیری کرنے والا ہو کسی ایسے کو ناصح بنا ۔

(۵) ۔ جس امر میں مشورہ لیا جاتا ہے مشیر کی اغراض و خواہشات کا اس سے تعلق نہ ہو یعنی اس کی کوئی ذاتی غرض اس سے متعلق نہ ہو اگر اس کی ذاتی غرض کا اس امر سے تعلق ہے تو باوجود تمام اوصاف مذکورہ موجود ہونے کے اس کا مشورہ قابل اعتماد نہیں سمجھا جائے گا کیونکہ غرض ذاتی اور خواہش نفسانی طبعاً آدمی کو اس طرح اپنی طرف کھینچ لیتی ہے کہ اس کو خود بھی بہت کم احساس ہوتا ہے اور بے اختیارانہ اس سے وہ بات سرزد ہو جاتی ہے جو مستشیر کے حق میں مضر ہوتی ہے آدمی کی رائے ایسی حالت میں ہرگز صحیح قابل اعتماد و لائق وثوق نہیں ہوتی ۔ صاحب عقول و آراء صحیحہ و فطرۃ سلیمہ بھی اس موقع پر اپنے درجہ سے گر جاتے ہیں ۔

فضل ابن عتبہ ابن ابی لہب فرماتے ہیں ۔

وَقَدْ يَحْكُمُ الْأَيَّامُ مَنْ كَانَ جَاهِلًا وَيُرْدِي الْهَوىٰ ذَا الرَّأْيِ وَهُوَ لَبِيْبُ

زمانہ کبھی ایسے شخص کو اپنے مرتبہ کے ساتھ محکم کر دیتا ہے جو جاہل ہے اور کبھی خواہش نفس صاحب رائے و دانشمند کو گرا دیتی ہے ۔

وَيُحْمَدُ فِي الْأَمْرِ الْفَتىٰ وَهُوَ مُخْطِئٌ وَيُعْذَلُ فِي الْإِحْسَانِ وَهُوَ مُصِيْبُ[2]

اور کبھی آدمی باوجود خطا پر ہونے کے شکر گذاری کا مستحق ہوتا ہے اور کبھی باوجود احسان کرنے کے قابلِ ملامت بن جاتا ہے ۔

---

[1] [2] کتاب ادب الدنیا والدین للماوردی صـ ۲۹۱

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مطلب یہ ہے کہ بسا اوقات ایک جاہل غیر ذی رائے خیر خواہی ہمدردی کے ساتھ مشورہ دینے کی وجہ سے خواہ اس کا مشورہ انجام کار مفید ہو یا مضر محمود اور قابل ستائش ہو جاتا ہے اور اس کی وقعت نظروں میں بڑھ جاتی ہے اور خود غرضی و ہوائے نفسانی عاقل دانش مند کو اس کے درجے سے گرا دیتی ہے۔

یہ صحیح ہے کہ باوجود غرض مشترک ہونے کے ہر شخص ایسا نہیں ہوتا جس کو مشورہ میں متہم سمجھا جائے بہت سے ایسے افراد ہوتے ہیں کہ مشورہ کے وقت مستشیر کی اغراض و منافع کو پیش نظر رکھ کر مشورہ دیتے اور اپنی خواہش قلبی کو پس پشت ڈالتے ہیں مگر قواعد کی تدوین و تمہید میں اکثریات پر نظر ہوتی ہے مستثنیات کا خیال نہیں کیا جاتا اگر کوئی فرد اس سے مستثنیٰ ہو اور مشیر کو باوجود غرض مشترک ہونے کے اس کے تدین و تقویٰ پر اعتماد ہو تو یہ صورت جداگانہ ہوگی۔ شریعت نے بھی اس قسم کے معاملات میں اغراض مشترکہ کا خیال کر کے قواعد کلیہ بنا کر ہم کو دیئے ہیں دیکھئے ماں باپ کی شہادت اولاد کے حق میں معتبر نہیں ہے علی ہذا اولاد کی شہادت ابوین کے لئے اور زوجین کی شہادت ایک دوسرے کے لئے آقا کی شہادت مملوک غلام کے لئے اور غلام کی آقا کے لئے وجہ صرف یہی ہے کہ آپس میں منافع و اغراض مشترک ہیں باپ کا نفع بیٹے کا ہوتا ہے وعلی ہذا۔۔۔

(۵) مشیر اگر متعدد ہوں تو ان کا آپس میں حسد و تنافس سے خالی ہونا بھی ضروری ہے تاکہ ایک کو دوسرے کی بات تسلیم کرنے میں کوئی امر مانع نہ ہو اگر ایسا نہ ہوگا تو مشاورت کا نتیجہ سوائے مشاجرت منازعت اور منافرہ کے کچھ نہ ہوگا۔

یہ چھ اوصاف و شرائط ہیں جن کے مجتمع ہونے سے آدمی مشورہ کا اہل بنتا ہے ہاں اتنا ضرور ہے کہ بعض اوصاف اس درجہ ضروری ہیں جن کے بغیر قابلیت ثابت ہی نہیں ہوتی اور بعض ضروریں اس درجہ کی نہیں ہیں ان سے کسی وقت قطع نظر بھی کر لی جاتی ہے۔

مستشیر یعنی طالب مشورہ کے فرائض و آداب:

اس بات کی تو وضاحت ہو گئی ہے کہ جب کسی شخص کو کوئی اہم معاملہ پیش آئے جس کے اندر رائے قائم کرنا مشکل ہے یا معاملہ کی دونوں جانبیں فوائد و خطرات سے خالی نہیں ہیں تو ایسی حالت میں استبداد و استقلال رائے سے کام کرنا مہلک ہے اور معجب

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ننگ و عار اور ملامت وطعن ہے اور یہ بھی بیان کیا جا چکا ہے کہ محتاج مشورہ اگرچہ کتنا ہی دانشمند صاحب وجاہت اور آزمودہ کار ہو اس کو کسی دوسرے سے مشورہ کرنے میں اگرچہ وہ شخص ظاہر میں کم رتبہ اور معمولی حالت میں ہے یہ امر مانع نہ ہو کہ اگر میں باوجود دانشمندی تجربہ کاری اور وجاہت اور علو شان کے دوسرے کے سامنے اپنے معاملے کو پیش کر کے طالب رائے ہوں گا تو لوگوں کی نظروں میں میری بے وقعتی یا نادانی ظاہر ہو گی اور یہ سمجھا جائے گا کہ اگر میں خود صاحب رائے ہوتا تو دوسروں کا محتاج نہ ہوتا کیونکہ ان خیالات سے مشورہ کو ترک کر کے اپنے معاملات کو خراب کرنا اور موردِ طعن و ملامت بن کر نظروں میں حقیر بننا سخت حماقت میں داخل ہے اب مستشیر کے فرائض وآداب کو بیان کیا جاتا ہے۔

(۱) مستشیر کا پہلا فرض یہ ہے کہ مشورہ کے لئے ایسے افراد کو منتخب کرے جو مشورہ دینے کے لائق و اہل ہوں جن میں وہ اوصاف وشرائط موجود ہیں جن کا پہلے ذکر کیا جا چکا ہے یعنی جو صحیح مشورہ دینے کے قابل ہیں جن کے مشورہ پر کاربند ہونے سے فائز المرام ہو سکتا ہے اور ترک مشورہ کی صورت میں جو نقصانات پہنچ سکتے ہیں ان سے محفوظ رہ سکتا ہے اگر مستشیر لائق و قابل مشورہ افراد کے انتخاب میں کوتاہی کرے گا یا ایسے اشخاص کو منتخب کرے گا جن میں بجائے ان اوصاف کے جو مُشیر کے لئے ضروری ہیں دوسری قسم کے خصائل موجود ہیں اور جو ظاہراً مُشیر بننے کی قابلیت نہیں رکھتے تو اس کا الزام خود مستشیر کے ذمہ ہے اور جو نقصان اس کو پہنچے گا وہ خود اس کی کوتاہی کا نتیجہ ہو گا اور گو وہ اس صورت میں اس قدر ملام ومطعون تو نہ ہو گا جیسا کہ خود رائی اور استقلال سے کام کرنے کی صورت میں ہوتا مگر اس حالت کے قریب ہی قریب رہے گا اس لئے سب سے اول اس کا کام یہی ہے کہ مشورہ کے لئے اہل اور لائق افراد منتخب کرے۔

(۲) مستشیر کی غرض مشورہ سے استمزاج رائے ہونا چاہئے نہ کہ امتحانِ مُشیر کیونکہ امتحان کی ضرورت وہاں ہوتی ہے جہاں مشیر کی عقل ودیانت تجربہ وصداقت پر اعتماد نہ ہو اور جبکہ مشیر کی اہلیت کو پہلے جانچ لیا گیا ہے تو اب امتحان کے معنی کیا ہیں اگر کسی کا امتحان مقصود ہے تو اس کے صاف معنی یہ ہیں کہ رائے تو ایک جانب معین ہو چکی ہے اب پرکھنا یہ ہے کہ مشیر آیا صحیح رائے دیتا ہے یا غلط لیکن اس کو مشورہ نہیں کہتے اس کا نام امتحان اور جانچ ہے اور یہ وہیں ہوتا ہے جہاں کسی کی عقل وتجربہ پر اعتماد نہ ہو۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۳) مشیر مشورہ میں اگرچہ مستشیر کی منشاء اور خواہش کے خلاف رائے دے ٹھنڈے دل سے سننا چاہیئے یعنی کسی خیال یا واہمہ پر اس کی طرف سے بدظن نہ ہو اگر ایسا کیا جائے گا تو مشورہ کا نفع ہرگز اس کو نہیں پہنچ سکتا بلکہ یہ شخص حیرانی و پشیمانی میں زیادہ مبتلا ہو جائے گا بسا اوقات ایک خالص اور سلیم العقل کی درست بات پر کسی نہ کسی وجہ سے بدظنی کا موقع مل جاتا ہے لیکن مستشیر کو اس وقت عقل اور ثبات قلب سے کام لینا چاہیئے اگر بدظنی سے کام لیا جائے گا تو کسی کام یا معاملہ میں بھی تنقیح رائے نہ ہو گی۔

مشورہ و مشاورت کا رکن اعظم یہ ہے کہ مستشیر پر اعتماد ہو ایک شاعر کہتا ہے ؎

اَصْفِ ضَمِیْرَکَ لِمَنْ تُعَاشِرُہٗ ۔۔۔ وَاسْکُنْ اِلٰی نَاصِحٍ تُشَاوِرُہٗ ،

اپنے دل کو ہمنشین کی طرف سے صاف رکھنا چاہیئے اور ہمدرد و خیر خواہ مشیر کی بات پر اطمینان کرنا چاہیئے۔

وَارْضَ مِنَ الْمَرْءِ فِیْ مَوَدَّتِہٖ ۔۔۔ بِمَا یُؤَدِّیْ اِلَیْکَ ظَاہِرُہٗ

دوست کی اس قدر دوستی پر جو ظاہر حال سے معلوم ہوتی ہے راضی رہنا چاہیئے

مَنْ یَکْشِفِ النَّاسَ لَا یَجِدْ وَاحِدًا ۔۔۔ تَنْصَحُ مِنْھُمْ لَہٗ سَرَائِرُہٗ !!

جو لوگوں کے باطن حالات کی تفتیش کرے گا تو کوئی ایسا نہ ملے گا جس کے باطن میں خیر خواہی ہو۔

اَوْشَکَ اَلَّا یَدُوْمَ وَصْلُ اَخٍ ۔۔۔ فِیْ کُلِّ زَلَّاتِہٖ تُنَافِرُہٗ [۱]

اگر بھائی و دوست کی ہر لغزش پر گرفت کی جائے تو کسی ایک بھائی کا تعلق باقی نہیں رہ سکتا۔

(۴) جس معاملہ میں مشورہ طلب کیا جاتا ہے اس کو کھول کر اور واضح ہو کر بیان کرے تاکہ مشیر کو اس کے تمام جوانب پر نظر کر کے رائے قائم کرنے کا موقع ملے اگر معاملہ کو مبہم و مجمل بیان کیا گیا تو مشیر ہرگز صحیح رائے نہیں دے سکتا اور اس وجہ سے جو نقصان پہنچے گا اس کا ذمہ دار خود مستشیر ہو گا۔

(۵) مستشیر کو چاہیئے کہ مشیروں کی رائے اور ان کی وجوہ استدلال خود بھی غور سے سُنے

---

[۱] کتاب ادب الدنیا والدین للماوردی ص۲۹۱

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور سمجھے تاکہ مستشیر جس طرح بوجہ مشورہ کرنے کے استبداد رائے کی آفات سے محفوظ رہا ہے ایسے ہی بے سمجھے دوسروں کی رائے کا اتباع کرنے کی تقلید اعمیٰ اور تفویض سے بھی بچ جائے جب وہ تمام پہلوؤں اور ان کے وجوہ پر غور کرے گا تو خود بھی صحیح نتیجہ پر پہنچے گا اور اس کو اپنے مشیروں کی عقول و تجربکاری نفع و ہمدردی کا بھی پورا اندازہ ہو جائے گا اور اس کو یہ واضح ہو جائیگا کہ میری عقل ان معاملات میں کہاں تک چل سکتی ہے سب سے بڑی بات یہ ہے کہ آئندہ جب اس قسم کے مشکل اور اہم واقعات پیش آئیں گے تو یہ اس وقت اس تجربہ سے بہت کچھ کام لینے کے لائق ہوگا۔

(۶) مشاورت میں بحث و مباحثہ کے بعد کوئی رائے قائم ہو جائے اور بعد از عمل ثابت ہو کہ یہ رائے غلط اور بجائے مفید ہونے کے مضر تھی تو مستشیر کو لازم ہے کہ ہرگز مشیروں پر طعن و تشنیع نہ کرے کیونکہ مشیر کا کام صرف یہ ہے کہ اپنی عقل و رائے سے ایک طریقہ کو راجح کر دے۔ اس طریقہ کا موصل الی المطلوب ہونا مشیر کے حدِ اقتدار اور اختیار سے بالکل خارج ہے۔ اول تو آدمی کتنا صاحبِ فراست و دانشمند کیوں نہ ہو مگر اس کی عقل محدود ہے۔ تمام اسباب و احتمالات کا احاطہ دشوار ہے اور پھر باوجود تمام اسباب و ذرائع موصلہ قریبہ و بعیدہ کے مجتمع ہونے کے ترتبِ نتیجہ خداوندِ عالم کے اختیار میں ہے اس وجہ سے مشیر موردِ طعن و لعن بنائے جائیں گے تو نتیجہ یہ ہوگا کہ پھر وہ کبھی کسی کو مشورہ دینے کی جرأت نہ کریں گے اور ہمیشہ یہ کہہ کر الگ ہو جایا کریں گے کہ جو مناسب سمجھے اس پر عمل کرو اور مخلوق مشورہ کی دولتِ عظمیٰ سے محروم ہو جائے گی۔

(۷) مشیر کی گمنامی اور کم رتبتی کو اس کے مشورہ کو رد کرنے کا سبب نہ سمجھنا چاہیے مستشیر کا فرض ہے کہ دانشمندی اور خیر خواہی کی بات اگرچہ کسی گمنام کم رتبت شخص کی زبان سے سنے تو اس کی قدر کرے کیونکہ مشورہ کی غرض اپنا انتفاع ہے اس میں مشیر کے بلند رتبہ یا کم درجہ مشہور یا گمنام ہونے کو کچھ دخل نہیں ہے۔

آدمی کو اگر خود عقل و تمیز ہے تو برائی کی صحت و سقم کو خوب پہچان سکتا ہے اگرچہ رائے دینے والے کیسے ہی کیوں نہ ہوں۔

ایک شاعر کہتا ہے۔

النُّصْحُ اَرْخَصُ مَا بَاعَ الرِّجَالُ فَلَا ۔۔۔ تَرْدُدْ عَلٰی نَاصِحٍ نُصْحًا وَلَا تَلُمِ

سب سے ارزاں چیز جس کو لوگ فروخت کرتے ہیں نصیحت و خیر خواہی ہے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

تجھ کو چاہئے کہ کسی ناصح کی نصیحت کو رد کرے اور نہ اس کو ملامت کرے۔

إِلَى النُّصْحِ لَا تَخْفَى مَنَاهِجُهَا عَلَى الرِّجَالِ ذَوِي الْأَلْبَابِ وَالْفَهَمِ[1]

نصیحت و خیر خواہی کے طریقے دانش مند اور زیرک سے مخفی نہیں رہتے۔

(۸) ان سب مراحل کے بعد جب باہمی مشاورت سے ایک امر منقح ہو جائے، معاملہ کے تمام پہلو واضح ہو جائیں ہر ایک صورت کے حسن و قبح پر کافی روشنی پڑ جائے تو اب مشیر کا فرض ہے کہ طے شدہ اور منقح رائے پر عمل کرنے میں لیت و لعل کو دخل دے کر اجراء و نفاذ میں دیر نہ کرے مشورہ کا حاصل یہی ہوتا ہے کہ معاملہ کے تمام پہلو پیش نظر ہو جائیں تصویر کے دو رُخ بھی سامنے آجائیں جو فرادی نظروں سے مخفی تھے اور جب معاملہ کے تمام پہلو واضح ہو گئے تو مشورہ کے نتیجہ تک اُس وقت پہنچا جا سکتا ہے جب اس پر عمل بھی کیا جائے ہر ایک تدبیر اور عمل کا ایک وقت ہوتا ہے ممکن ہے کہ مشورہ کے اندر جن پہلوؤں اور جن اسباب و ذرائع کا لحاظ رکھا گیا ہے ان کا وقت نکل جائے عاقل کا کام یہ ہے کہ مشورہ سے جس قدر جلد ممکن ہے فائدہ اٹھائے مستشیر اگر بعد وضوح الرائے و استقرار مشورہ خواہ مخواہ تردد میں پڑ جائے یا عمل میں تاخیر ہوئی تو وہ خود اپنے لئے ہلاکی و بربادی کا راستہ اختیار کرتا ہے۔

ایک شاعر کہتا ہے۔

إِذَا كُنْتَ ذَا رَأْيٍ فَكُنْ ذَا عَزِيْمَةٍ وَلَا تَكُ بِالتَّرْدَادِ لِلرَّأْيِ مُفْسِدًا

جب تو صاحب رائے ہے تو تجھ کو صاحب عزم بھی ہونا چاہئے بلا وجہ تردد کر کے طے شدہ رائے کو فاسد نہ کرنا چاہئے

فَإِنِّي رَأَيْتُ التَّرَيُّثَ فِي الْعَزْمِ هُجْنَةً وَإِنْفَاذَ ذِي الرَّأْيِ الْعَزِيْمَةِ أَرْشَدَا[2]

کیونکہ عزم میں ڈھیل دینا عیب و نقصان ہے اور رائے کا نافذ و جاری کرنا رشد و بھلائی ہے۔

حاصل یہ ہے کہ مشورہ کی برکات سے تب ہی مستفید اور منتفع ہو سکتا ہے جبکہ عزم راسخ و ہمت قوی سے اس کا اجراء و نفاذ بھی کرے اگر رائے کے بعد شکوک و شبہات اور احتمالات

---

[1] کتاب ادب الدنیا والدین للماوردی ص ۲۹۴

[2] کتاب ادب الدنیا والدین للماوردی ص ۲۹۴

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بعیدہ نکالنے کے تخیلات میں پڑ جائے یا عمل میں تاخیر و تعویق کرے تو ہرگز اس کی برکات سے متمتع نہیں ہو سکتا بلکہ شخص اس حالت سے زیادہ نفرین کے قابل ہوگا جیسا کہ بلامشورہ کام کر بیٹھتا کیونکہ اس حالت میں نفرین کی وجہ صرف یہی تھی کہ اس نے اپنی رائے کو قابل اعتماد اور وثوق سمجھا اور تبادلہ آراء کے وقت رائے کے ثمرات سے محروم رہا اور یہ ایک درجہ عدم علم کا ہے جس میں آدمی کسی وقت بھی معذور سمجھا جاتا ہے۔

مشیر کے فرائض و آداب:

(۱) مشورہ کا اہل وہی شخص ہو سکتا ہے جس کے اندر شرائط و اوصافِ مذکورہ پائے جائیں مشیر کا پہلا فرض یہ ہے کہ وہ اپنے درجہ اور قابلیت کو سمجھے اگر وہ اوصاف اس میں نہیں ہیں جن کا وجود مشیر کے لئے لازم ہے تو اس کو چاہیئے کہ اس بارِ امانت کے تحمل سے فوراً انکار کر دے کیونکہ دو ہی حالتیں ہیں یا تو یہ کہ وہ اپنے متصف باوصاف نہ ہونے کو سمجھتا ہے اور باوجود سمجھنے کے خواہ مخواہ پھر دوسرے کا بار اپنی گردن پر اٹھاتا ہے یا نہیں سمجھتا پہلی صورت میں تو وہ دغا باز حیلہ ساز مکار اور فریبی سمجھا جائے گا مستشیر کا تو جبکہ اس نے اپنے علم و خیال کے موافق اس کو اہل مشورہ سمجھ کر معاملہ کو اس کے سپرد کیا ہے کچھ قصور نہیں اب جو کچھ الزام یا قصور ہے وہ صرف مشیر کی گردن پر ہے اور دوسری صورت میں اس کا جہل، جہلِ مرکب ہوگا کہ اپنے جاہل ہونے کو بھی نہیں سمجھتا غرض مشیر کے ذمہ واجب ہے کہ جب کوئی شخص اپنے معاملات کی باگ اس کے ہاتھ میں دے کر خود سبکدوش بنتا ہے تو وہ اپنی حالت کا اندازہ کرے کہ آیا مجھ میں وہ اوصاف موجود ہیں جو عموماً مشیر کے لئے شرط ہیں۔

(۲) جب کہ مستشیر نے اپنے امور کی باگ مشیر کے ہاتھ میں دے دی اور اپنی نجاح و فلاح خیبت و خسران کا مدار اس کی رائے و مشورہ پر رکھا تو مشیر کا فرض ہے کہ اپنی ممکن کوشش تنقیح رائے و توضیح طریق میں صرف کرے اور جو رائے اس کے نزدیک اصوب و انسب معلوم ہو اس کو اخلاصِ نیت، صفائی طینت کے ساتھ مستشیر کے سامنے ظاہر کرے اور ممکن سے ممکن طریقہ سے اس کی ہمدردی و دلسوزی کو اپنا فرض سمجھے۔

یہ نہایت صریح ظلم ہے کہ ایک شخص اس پر اعتماد کرتا ہے اور وہ سرسری غور و فکر سے اس کو مشورہ دے کر ورطۂ ہلاکت میں ڈالتا ہے۔ اور خود اس نعمتِ عظمیٰ کے شکر سے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ مخلوق اس کو اس قابل سمجھتی ہے کہ مشکلات کے وقت ان کی عقدہ کشائی کرنے سے محروم رہ کر اپنے نفس کو مستوجب سلب نعمت بناتا ہے اور یہ اس سے بڑھ کر ظلم اور کمینہ پن ہے کہ مشورہ میں اس کی خیر خواہی کو مدنظر نہ رکھ کر ایسے امر کا مشورہ دے جو صریحًا اس کے نزدیک بھی مضر ہے۔
جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

اِنَّ مِنْ حَقِّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ اِذَا اسْتَنْصَحَهُ اَنْ يَّنْصَحَهُ [1]

منجملہ ان حقوق کے جو ایک مسلمان کے دوسرے پر ہیں ایک یہ بھی ہے کہ جب وہ تجھ سے طالب نصح و ہمدردی ہو تو اس کی خیر خواہی کرے۔

یہ مضمون تو خاص مسلم کے ساتھ ہمدردی و خیر خواہی کا ہے لیکن اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ غیر مسلم کے ساتھ ہمدردی ضروری نہیں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔

اَلْمُسْتَشَارُ مُؤْتَمَنٌ [2]

جس سے مشورہ کیا جاتا ہے وہ امین بنایا گیا ہے۔ جس طرح امین کو امانت میں خیانت جائز نہیں ہے اسی طرح مستشار کو مشورہ میں خیانت حرام ہے اس کے ذمے واجب ہے کہ جو امر اس کے خیال میں بہتر سے بہتر ہے اس کا مشورہ دے اور اگر اس معاملہ سے اس کی غرض بھی متعلق ہے اور صاف و صریح مشورہ دینے میں اس کو اپنی مضرت کا اندیشہ ہے تب بھی اس کے ذمے یہی واجب ہے کہ اپنے منافع کا خیال نہ کر کے صحیح مشورہ دینے میں کوتاہی نہ کرے اور ایسا کرنا اس کی کمال دینداری تقویٰ اور انسانیت کی دلیل ہے لیکن اگر اس کی اخلاقی کمزوری اس کی اجازت نہیں دیتی اور وہ اپنے منافع کو ضائع کرنا کسی طرح گوارا نہیں کر سکتا تو ایسے شخص کو چاہیے کہ وہ شروع میں مشورہ دینے سے انکار کر دے تاکہ مستشیر اس پر مطمئن نہ رہے اور کسی دوسرے سے مشورہ کرے۔ اسی مضمون کو سلیمان ابن ورید نے اس طرح ادا کیا ہے۔

وَاجِبٌ اَخَاكَ اِذَا اسْتَشَارَكَ نَاصِحًا وَعَلَى اَخِيْكَ [3]

---

[1] کتاب ادب الدنیا والدین للماوردی صـ ۲۹۴
[2] کتاب ادب الدنیا والدین للماوردی صـ ۲۹۴
[3] کتاب ادب الدنیا والدین للماوردی صـ ۲۹۴

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جب تیرا کوئی بھائی طالبِ ہمدردی ہو کر تجھ سے مشورہ کرے تو تجھ کو مشورہ دینا ضروری ہے۔

لیکن اس کے ساتھ حدیث بالا سے یہ بھی ثابت ہے کہ جب مستشار امین ہے اور اس وجہ سے مشورہ میں خیانت یا ہمدردی میں کوتاہی نا جائز ہے تو مقتضی اس امانت کا یہ ہے کہ اس مشورہ کا افشاء اور اظہار بھی نہ کرے تا وقتیکہ خود مستشیر کی جانب سے اس کی اجازت نہ ہو۔

رہی یہ بات کہ جب مستشار امین ہے اور اس کے ذمہ پر مستشیر کی خیر خواہی واجب ہے خواہ مسلم ہو یا کافر تو پھر حدیثِ اول میں مسلم کی تخصیص کیوں اور کیسے ہے اگر یہ عام انسانیت کا حق ہے تو پھر مُسلم کی تخصیص کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ جواب اس کا یہ ہے کہ ایک حق عام ہوتا ہے اور ایک خاص اور یہ عموم اور خصوص تعلقات کے عموم و خصوص میں متفرع ہے۔ حدیث ثانی میں عام تعلقات کی بنا پر عام حق کو بیان کیا گیا ہے اور حدیث اوّل میں علاوہ تعلق انسانیت کے خاص تعلق اسلام کو ملحوظ رکھ کر اس کو خصوصیت کے ساتھ بطور تاکید ارشاد فرمایا ہے جس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ عام تعلقات انسانی کی حالت میں درصورت عدم نصح جس قدر مواخذہ ہو گا اس سے بدرجہا زائد خاص تعلق اسلامی کی حالت میں عدمِ نصح و ہمدردی میں ہو گا اور پھر خصوصیت تعلقات اسلام ہی کی حد پر منتہی نہیں ہوتی اسلام کے بعد اور بھی خصوصیات ہیں جو ہمدردی کے وجوب و تاکد کو اس طرح بڑھاتی چلی جاتی ہیں۔ مثلاً والدین کا تعلق اساتذہ کا تعلق وغیرہ۔

(۳) جب کسی شخص کا عقل و تجربہ تسلیم کر لیا جاتا ہے اور لوگ عموماً اس اصابت رائے کے قائل ہو کر اس پر اطمینان کرنے لگتے ہیں تو حسبِ تقاضا فطرت انسانی اکثر و بیشتر ایسے افراد میں ایک قسم کا عجب و غرور پیدا ہو جاتا ہے وہ سمجھنے لگتے ہیں کہ ہمارے منہ سے جو بات نکلتی ہے درست ہوتی ہے اس مرض کا ثمرہ یہ ہوتا ہے کہ اول تو یہ شخص غور و فکر کو اپنے لئے ننگ و عار سمجھنے لگتا ہے اور بلا سوچے سمجھے مشورہ دینے کو کافی خیال کر لیتا ہے دوسرے تمام دنیا کی آراء کو اپنے مقابلے میں ہیچ اور نا قابلِ التفات سمجھتا اور دوسروں کو نادان و نا تجربہ کار جانتا ہے یہ حالت اس کو اوجِ عزت سے قعر مذلت میں گرا دینے والی ہے۔ جب مشیر کی حالت یہ ہو تو فرض ہے کہ ایسے شخص سے نہ مشورہ کرے اور

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہ اس کو قابلِ اعتماد سمجھے اور اگر مستشیر اس کے مرض پر مطلع نہ ہونے یا کسی اور وجہ سے اس پر اعتماد کر بیٹھا تو مشیر پر لازم ہے کہ اپنے اس مرض کا ازالہ کر کے مشورہ دینے پر آمادہ ہو اور اگر ایسا نہیں کر سکتا تو اس کے ذمہ ضروری ہے کہ مشورہ دینے سے انکار کر دے۔

(۴) مشیر کو یہ بھی مناسب ہے کہ مشورہ دینے میں سبقت نہ کرے یعنی جب تک کہ اس سے مشورہ طلب نہ کیا جائے خود اقدام کر کے مشورہ نہ دے اس صورت میں چند نقصان ہیں ان کی رائے بے وقعت معلوم ہوگی اس طرح بلا دریافت مشورہ دینے میں متہم سمجھا جائے گا خیال کیا جائے گا کہ اس کی کوئی ذاتی غرض اس سے متعلق ہے۔

طرفہ کہتا ہے۔

وَلَا تَرْقُدَنَّ النُّصْحَ مَنْ لَيْسَ أَهْلُهُ ۔۔۔ وَلَكِنْ حَيْثُ يَسْتَغْنِي بِرَأْيِكَ غَانِيًا

نااہل کے لئے اپنی ہمدردی خرچ مت کر اور وہ شخص تیری رائے سے استغناء کرے تو بھی اس سے بے پروا ہو جا۔

حضرت حذیفہؓ ابن الیمان روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

قَالَ لُقْمَانُ لِابْنِهِ يَا بُنَيَّ إِذَا اسْتُشْهِدْتَ فَاشْهَدْ وَإِذَا اسْتُعِنْتَ فَأَعِنْ وَإِذَا اسْتُشِرْتَ فَلَا تَعْجَلْ حَتَّى تَنْظُرَ[1]

لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کی کہ جب تم سے شہادت طلب کی جائے تو شہادت دو اور جب کوئی امداد چاہے تو اعانت کرو اور جب کوئی طالبِ مشورہ ہو تو بلا غور و فکر جلدی سے مشورہ نہ دو۔

بہیس کلابی اسی مضمون کو اس طرح ادا کرتا ہے۔

شعر: مِنَ النَّاسِ مَنْ إِنْ يَسْتَشِرْكَ فَتَجْتَهِدْ + لَهُ الرَّأْيَ يَسْتَغْشِشْكَ مَا لَمْ تُتَابِعْهُ

سینے: بعض لوگ ایسے بھی ہیں کہ جب وہ طالبِ مشورہ ہوں اور تو جدوجہد سے ان کو رائے دے اگر تو ان کی موافقت نہ کرے تجھ کو متہم سمجھتے ہیں۔

وَلَا تَمْنَعَنْ بِالرَّأْيِ مَنْ لَيْسَ أَهْلَهُ ۔۔۔ فَلَا أَنْتَ مَحْمُودٌ وَلَا الرَّأْيُ نَافِعُهُ[2]

---

[1] کتاب ادب الدنیا والدین للماوردی ص۲۹۴-۲۹۵
[2] کتاب ادب الدنیا والدین للماوردی ص۲۹۵

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایسی حالت میں نا اہلوں کے سامنے اظہار رائے نہ کرنا چاہئے کیونکہ نہ تو قابلِ شکر گذاری ہو گا اور نہ رائے نافع ہو گی۔

البتہ اگر مشیر یہ سمجھے کہ کوئی شخص غلط راہ چلنے سے ہلاکی میں مبتلا ہوا چاہتا ہے اور اس کو یقین ہے کہ اگر میں نے سکوت کیا تو وہ تباہ و برباد ہو جائے گا تو اس وقت اس کو خود بڑھ کر اظہار رائے کرنا اور صحیح راستہ بتلانا نہایت ضروری ہو جاتا ہے خواہ وہ اس کو بے وقعت سمجھے اور اس کی رائے کو نظر انداز کر دے یا اس پر عمل کرے۔

(۵) مشیر کو یہ بھی مناسب ہے کہ جب ایک جماعت مشورہ کے لئے جمع ہو تو یہ شخص اپنی رائے کے اظہار میں پیش قدمی نہ کرے بلکہ اول اپنے سے زیادہ تجربہ کار اور عقلاء کو موقع دے تاکہ دوسروں کی رائے سن کر اس کو بھی بہتر رائے قائم کرنے کا موقع ملے معاملہ کے پہلو گفتگو کے بعد واضح ہوتے ہیں۔ اور آدمی علم کے بعد گفتگو کرے

(۶) مشیر کو چاہئے کہ ایسے شخص کو مشورہ دینے سے بچے جس کی نسبت اس کو یقین ہے کہ کسی مشورہ کو نہیں مانتا اس کی غرض محض امتحان ہوتی ہے ایسے شخص کو مشورہ دینا ہرگز مفید نہیں ہے اور اپنے لئے موجبِ ندامت و خجالت ہے۔

مشاورت کے طریقے اور اس کے آداب:

مشورہ کی کل دو صورتیں ہیں:

(۱) کسی ایک شخص قابلِ اعتماد کے سامنے اپنے معاملہ کو پیش کر کے طالبِ رائے ہو۔

(۲) یا یہ کہ جماعت عقلاء ارباب فہم و دانش کے سامنے کسی مبہم و مشکل معاملہ کو بغرض تنقیح رائے پیش کیا جائے صورتِ اول میں تو صرف اتنی ہی بات کافی ہے کہ مشیر اپنی رائے و فہم کی موافق ہمدردی اور دلسوزی سے رائے ظاہر کر دے۔ البتہ صورتِ ثانیہ میں جبکہ مشیروں کی ایک جماعت سے تبادلہ آراء و خیالات کیا جائے اور ایک امر بغرضِ مشورہ جماعت کے سامنے پیش کیا جائے چند امور قابلِ بحث و تفتیش ہیں۔

۱۔ اظہار کا طریقہ کیا ہونا چاہئے۔

۲۔ درصورتِ اختلاف آراء مشیروں کا فرض کیا ہے؟

۳۔ آیا اس جماعت سے ایک مجلس میں جمع کر کے مشورہ کرنا بہتر ہے یا ہر ایک سے جُدا گانہ۔

اول امر کی توضیح یہ ہے کہ جب کوئی معاملہ ایک جماعت عقلاء و مدبرین کے سامنے پیش

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیا جاتا ہے تو ان میں سے ہر شخص کے ذمہ ضروری ہے کہ اپنی رائے آزادانہ بلا خوف لومۃ لائم ظاہر کر دے یہ خیال نہ کرے کہ میری رائے کسی کی منشاء کے خلاف ہونے کی صورت میں انگشت نما ہو سکتا ہوں یا یہ کہ میری رائے کا ضعف ظاہر ہونے میں لوگ مجھے حقیر اور میری رائے کو ناقابلِ اعتماد سمجھیں گے کیونکہ ان خیالات کا پابند ہونا، اظہار رائے میں سکوت کرنا ایک درجہ کی خیانت میں داخل ہے جس سے احتراز کرنا مُشیر کے اوّلین فرائض میں سے ہے۔

دوسرے یہ کہ مشاورت اس غرض کے لئے ہوتی ہے کہ معاملہ کے سب پہلو اور تدبیر کے سب طریقے معین ہو جائیں اور یہ تبھی ممکن ہے کہ ہر شخص اپنے خیال کو بلا تکلف ظاہر کر دے۔ کبھی اظہار رائے سے یہ امر بھی مانع ہو جاتا ہے کہ مجلس شوریٰ میں چھوٹے بڑے طبقے کے آدمی جمع ہوتے ہیں مثلاً استاد و شاگرد، پیر مُرید باپ بیٹا علیٰ ہذا عقل و تجربہ عمر وغیرہ کے اعتبار سے طبقات و مدارج کا فرق ہوتا ہے لیکن جب کوئی شخص قابلِ اعتماد سمجھ کر اس مجلس کا امین بنایا گیا ہے تو اس کے ذمہ ضرور ہے کہ آدابِ مجلس و اہل مجلس کو ملحوظ رکھ کر پوری طرح اظہار رائے کر دے ورنہ وہ خائن و بد دیانت سمجھا جائے گا۔ اور جس طرح کہ مجلس مشاورۃ میں اپنی رائے کا اظہار آزادی و مطلق العنانی کے ساتھ ضروری ہے اسی طرح دوسروں کی رائے اور ان کے دلائل کو بغور سننا بھی اس کے ذمہ لازم ہے اول یہ تو امر آدابِ مجلس میں داخل ہے کہ جب کوئی دوسرا کلام کرے تو یہ شخص ہمہ تن گوش ہو کر اس کی بات سُنے اور جب آدمی خود کلام کرے تو دوسروں سے بتوجہ تام کان لگانے کا متوقع رہے۔

دوسرے یہ کہ جب وہ اوروں کی رایوں کی طرف توجہ و التفات نہ کرے گا تو علاوہ اس کے کہ اس سے اس کا اپنا عجب اور رائے کی ایسی وقعت ظاہر ہوتی ہے کہ دوسروں کی رائے کو قابلِ التفات بھی نہیں سمجھتا بڑی مضرت یہ ہوگی کہ متکلم کا نشاط جاتا رہے گا اور جب ممبرانِ مجلس کی طرف سے اظہار رائے پوری طرح نہ ہوا تو مشورہ ناقص ہوگا۔

تیسرے یہ کہ متکلم کے کلام میں بہت سے فوائد ایسے ہوتے ہیں جن کی طرف اس کا ذہن منتقل نہیں ہوتا ممکن ہے کہ معاملہ کے بعض پہلو اس سے مخفی اور بعض رموز و دقائق تک اس کی نظر نہ پہنچی ہو اگر یہ شخص دوسرے کے کلام کو توجہ تام اور میلانِ قلب کے ساتھ نہ سُنے گا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تو خود بہت سے فوائد سے محروم رہے گا۔ مُشیر کے ذمہ ضروری ہے کہ باقی ممبرانِ مجلس شوریٰ کے کلام کو توجہ سے سنے۔

امر سوم کی تفصیل یہ ہے کہ کسی معاملہ میں ایک جماعت سے مشورہ کرنا ہے تو ہر ایک سے جُدا جُدا مشورہ کرے یا ان کو ایک جگہ جمع کر کے معاملہ کو پیش کرے اور رائے لے اور ہر ایک صورت میں بعض منافع خاص ہیں اور بعض مضرتیں جُدا جُدا رائے لینے میں منافع ضرور ہے کہ ہر شخص اس میں خوب سوچ سمجھ کر رائے قائم کرے گا کیونکہ اس حالت میں صرف اسی کے اوپر اس کا بار ہے اس کو یہ خیال ہو سکتا ہے کہ اصابت رائے کا سہرا میرے ہی سر بندھے تو اچھا ہے اور خلوت و فراغ قلب کی حالت میں آدمی جس قدر تدبر و تفکر سے کام لے سکتا ہے ہجوم کے وقت نہیں لے سکتا لیکن اس میں یہ بھی نقصان بڑا ہے کہ اجتماع کے بعد بحث و مباحثہ سے جتنے پہلو واضح ہو سکتے ہیں وہ اس صورت میں نہیں ہو سکتے لیکن مجلس میں اول تو ہر شخص کی طبیعت پر بوجھ نہیں پڑتا اور بسا اوقات بہت سے اشخاص معاملہ کو دوسروں کے حوالے کر کے خود بے فکر اور مطمئن ہو کر بیٹھ جاتے ہیں ایسی حالت میں مشورہ سے کسی مفید نتیجہ کا نکلنا دشوار ہو جاتا ہے۔ دونوں صورتوں کے دونوں پہلوؤں کے نفع و نقصان کو خیال کر کے عقلاء نے کسی ایک جانب کو ترجیح دی ہے۔

دونوں صورتوں میں سے صورتِ اوّل یعنی جداگانہ مشورہ لینا باعتبار حصول نفس مقصود مرجح معلوم ہوتا ہے کیونکہ مقصود صرف یہ ہے کہ عقلاء اپنی عقل سلیم اور تجربۂ تام کی بدولت مشکل کے لئے کوئی راہ نکالیں اور یہ مقصود جداگانہ رائے لینے میں زیادہ حاصل ہوتا ہے مگر چونکہ دونوں صورتوں میں اگر کوئی خاص نفع لئے ہوئے ہیں تو دوسری جانب نقصان و مضرت سے بھی خالی نہیں اس لئے مطلقاً کسی ایک صورت کو ترجیح دینا یا ہر ایک موقع پر اسی طریقہ کو قابل عمل و قبول سمجھ لینا بھی کسی طرح قرینِ صواب و دانش مندی نہیں ہے اس لئے امام ابوالحسن ماوردیؒ دونوں مذہبوں کو بیان کر کے خود یہ فیصلہ فرماتے ہیں کہ ہم کو سب سے اول یہ دیکھنا چاہیے کہ مشورہ کس بات میں ہے اگر کسی معاملہ میں رائے کے تمام پہلو تو معلوم ہیں لیکن اس کی تنقیح کرنا ہے کہ ان کے مختلف پہلوؤں میں سے صحیح اور موصل الی المطلوب کون سا ہے تب تو بحالت اجتماعی مشورہ کرنا مفید ہے کیونکہ ہر ایک شق پر مجمع عام میں ردّ و قدح ہو کر حسن و قبح ظاہر ہو جائے گا اور اگر معاملہ ایسا مبہم و مشکل ہے کہ اس کے حل کے طریقے ابھی معلوم نہیں ہوئے اور

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہ اس کے اندر جتنے احتمالات ہیں وہ سب معین ۔ تب یہی امر متعین ہے کہ ہر شخص کو جدا گانہ غور و فکر اور زور طبیعت لگانے کا موقع دیا جائے مجمع عام میں یہ بات حاصل نہیں ہوتی غرض آراء کی تعین و تشخیص کی صورت میں ان کے صحیح و غلط کو جانچنے اور پرکھنے کے لئے تو انعقاد مجلس شوریٰ اور بہتر ذریعہ فوز و فلاح ہے اور نفس تعین رائے اور تنقیح طریقہ حل معاملہ کے لئے خلوت میں غور و فکر کرنا انفع و اولیٰ ہے ۔

مشورہ کو دہرانے کی ضرورت :

انسان فطرتاً تدریجی ترقی کرتا ہے کوئی کمال اس کو دفعتاً حاصل نہیں ہوتا اس لئے مشورہ میں صحیح رائے تک پہنچنے تک بھی بتدریج ہوتا ہے اس لئے بسا اوقات یہ امر پیش آتا ہے کہ ایک عاقل و مجرب معاملہ کو سنتے ہی کوئی رائے قائم کر لیتا ہے اور پھر غور و فکر کے بعد اس سے منتقل ہو کر دوسری پر جمتا ہے اسی بناء پر عقلاء نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ اول وہلہ کی رائے کو قابلِ اعتماد نہ سمجھنا چاہیے تا وقتیکہ مکرر سہ کرر غور نہ کر لیا جائے جب تنہا کسی ایک شخص سے رائے لی گئی یا جماعت کے سامنے پیش ہو کر کوئی امر منقح کر لیا گیا تو عمل کرنے میں اتنی تاخیر کرنی مناسب ہے جس سے اصل معاملہ کو نقصان نہ پہنچے اہل الرائے کو آراء پر کامل غور کرنے کا موقع مل جائے اور وہ رائے پختہ ہو جائے ۔

عامر ابن النطرب حکیم عرب کا مقولہ ہے ۔

دَعُوا الرَّأْيَ يَغِبُّ حَتّٰى تُخَمِّرُوْا اِيَّاكُمْ وَالرَّأْيَ الْفَطِيْرَ يُرِيْدُ الْاِنَاةَ فِی الرَّأْيِ وَالتَّثَبُّتَ فِيْهِ ۔

"رائے کو اس وقت تک چھوڑ دو جب تک رات گذر کر اس کا خمیر نہ اٹھ جائے تم کو پہلی مرتبہ کی رائے سے پرہیز کرنی چاہیئے عامر بن النطرب کی غرض اس سے یہ ہے کہ رائے میں تدبر و تثبت سے کام لیا جائے جلدی نہ کی جائے ۔"

حاصل یہ کہ عقلاء کے نزدیک رائے کا رس رس کے پختہ ہونا زیادہ قابلِ اعتبار ہے اس لئے حتی الوسع رائے قائم کرنے اور اس پر عمل کرنے میں جلدی نہ کی جائے ہاں اس میں اس قدر تاخیر بھی سخت مہلک ہے کہ معاملات کا وقت ہی فوت ہو جائے ۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فیصلہ مشاورت :

ان تمام مراحل کے بعد ایک اہم مسئلہ کی توضیح و تفصیل ضروری ہے جس پر مشاورت کی کامیابی و ناکامی کا مدار ہے اور وہ یہ کہ درصورت اختلاف فیصلہ قطعی کرنے اور چند آراء مختلفہ سے کسی ایک رائے کو معتمد علیہ قابل عمل اور صحیح قرار دینے کی کیا صورت ہے فیصلہ کا طریقہ ظاہراً یہ ہے کہ جس جانب کثرتِ رائے ہو وہی جانب حق ہے لیکن حقیقت میں ایسا نہیں ہے یہ مسئلہ فی الواقع مشکل ہے اور بغیر اس کے حل و توضیح کے مشاورت کے سارے مراتب ناتمام ہیں۔

اختلاف رائے کی صورت میں کسی رائے کو قابلِ عمل و قبول قرار دینے کے اندر کل دو احتمال ہیں۔ قوت دلیل اور کثرتِ آراء لیکن جب ہم عقل کی میزان میں تولتے ہیں تو ہم کو مثل روزِ روشن واضح ہو جاتا ہے۔ کہ اصل ترجیح اور فیصلہ قوت دلیل کی وجہ سے ہوتے ہیں کثرتِ رائے کو صحت رائے اور فیصلہ میں بذاتہٖ کچھ دخل نہیں ہے ہاں کثرت آراء چونکہ بسا اوقات قوت دلیل کی علامت ہوتی ہیں۔ اس وجہ سے اس کو قائم مقام قوت دلیل کا سمجھ کر اسی کے موافق فیصلہ دے دیا جانا بعید از عقل نہیں ہے [له]

یہ بات بھی تسلیم شدہ ہے کہ استنباط، استدلال دقیقہ سنجی حقیقت شناسی جزئیات سے کلیات تک پہنچنا حاضر سے غائب کی طرف منتقل ہونا چند معلومات سے مجہولات کا علم حاصل کرنا چند مقدمات سے دلیل کا ترکیب دینا دلیل سے نتیجہ کا برآمد ہونا سب عقل پر موقوف ہے اور یہ بات بھی تسلیم شدہ ہے کہ عقل کو تجربہ سے کیا غرض ہوتی ہے جب تمام امور مسلّم ہیں تو اس کے تسلیم کرنے میں کیا عذر ہو سکتا ہے کہ کسی معاملہ کی حقیقت تک پہنچنا اور اس کے تمام جوانب و احتمالات کو عقل کی کسوٹی پر پرکھ کر صحیح و سقیم میں امتیاز کرنا پھر ہر ایک دعویٰ کو دلائل قویہ سے مدلل کرنا اسی شخص سے ہو سکتا ہے جس کو عقل خداداد نصیب ہو اور عقل کی پختہ کاری تجربہ سے ہو چکی ہو اور پھر اہل عقول کی عقل میں جتنا تفاوت ہوتا جائے گا اتنا ہی ان امور میں تفاوت بھی نظر آئے گا جب یہ امور تسلیم ہو چکے تو اب فرض کر لیجئے کہ ایک شخص جس کی عقل کامل اور تجربہ تام ہے ایک جانب ہو اور دنیا کے کل یا اکثر افراد جو عقل سے بے بہرہ ہیں۔ دوسری جانب تو عقل کا فیصلہ اس معاملے میں کیا ہو گا صرف یہی

له عام طور پر کثرتِ آراء بیشتر قوتِ دلیل کی علامت ہوتی ہیں بعض وقت نہیں (بیضاوی)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ جس کی عقل کامل تجربہ تام کا مقابلہ ان افراد کے جو بالکل بے عقل و ناتجربہ کار ہیں۔ قابلِ اقتداء تسلیم کرنا لازم ہوگا۔ اسی بنا پر فیصلہ کی دونوں صورتوں میں سے جن کا ذکر اول میں کیا گیا تھا۔ عقل کی رو سے فیصلہ صرف قوتِ دلیل پر مبنی ہونا چاہیئے۔ کثرتِ آراء کو فی حد ذاتہ اس میں کچھ دخل نہیں ہے لیکن کثرتِ رائے بالکل نظر انداز کرنے کے قابل بھی نہیں ہے۔

اس سے یہ بات ثابت ہوگئی ہے کہ عقل کی رو سے درصورتِ اختلافِ آراء اصل فیصلہ قوتِ دلیل پر ہوگا اگرچہ یہ قوت کسی ایک رائے کو بمقابلہ بہت سے آراء کے حاصل ہو لیکن درصورتیکہ قوتِ رائے معلوم کرنے کا کوئی معیار ہمارے پاس نہ ہو تو اس وقت قوت کی علامت کثرتِ رائے عقلاء ہے اور کثرتِ رائے کے حق میں فیصلہ دینا حقیقتاً قوتِ دلیل ہی کی بنا پر ہوگا۔[1]

---

[1] مقالہ نگار یہاں الجھ گئے ہیں۔ یہ بات تسلیم بھی کرتے ہیں کہ رائے دینے والوں کی کثرت بذاتہ دلیل میں داخل نہیں، پھر اسے قوتِ دلیل بھی بنا رہے ہیں۔ حالانکہ جو چیز دلیل کا حصہ نہیں وہ اس کی قوت کیسے بن سکتی ہے؟ باقی رہا یہ امر کہ عقلاء کی کثرت بسا اوقات قوت کی علامت ہوتی ہے، تو بسا اوقات کو نتیجہ کا مدار نہیں بنایا جا سکتا: نتیجہ کسی حتمی امر پر مبنی ہونا چاہیے۔ نیز مقالہ نگار کا یہ تردد بھی موہوم ہے کہ جب رائے معلوم کرنے کا کوئی ذریعہ نہ ہو تو اس وقت قوت کی علامت عقلاء کی کثرت ہے۔ کیونکہ فیصلہ کی ضرورت یا تو اس شخص کو پیش آتی ہے جس نے کوئی تدبیری اقدام کرنا ہو یا فریقین میں قاضی بننا ہو۔ دوسری صورت میں قاضی وہی شخص بن سکتا ہے جو آراء کا تقابل کر کے فیصلہ کر سکے۔ لہٰذا اسی کا فیصلہ نافذ ہوگا۔ اسی طرح پہلی صورت میں اقدام کی ذمہ داری جس شخص پر ہوگی وہی دلیل کے معیاری ہونے کا فیصلہ کرے گا۔ گویا دونوں صورتوں میں ذمہ داری فیصلہ کرنے والے پر ہے۔ یہ بھی واضح رہے کہ کثرتِ عقلاء بھی صرف لفظی تعبیر ہے۔ عملاً اگر کثرت کو معیار قرار دیا جائے تو کثرت عموماً خود غرضی اور دھڑے بندی کی بنیاد پر بنتی ہے۔ قوتِ دلیل میں کثرت و قلت کا سوال ہی نہیں اٹھتا۔ یہی وجہ ہے کہ اجتہاد و رائے میں جمہور کو کبھی فقہاء نے دلیل کے طور پر پیش نہیں کیا۔

(مدیر)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ